

﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ
فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ هُمُ
الصُّدُقُونَ ۝ وَالَّذِينَ تَبَوُّوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ
هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ
عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شَعْنَ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُونَ﴾ [الحشر: ۵۹، ۶۰]

” (اور یہ مال) اُن مہاجرین محتاجوں کا بھی (حق) ہے جو اپنے گھر یا مال و دولت سے
 نکال دیے گئے، وہ تو اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کی تلاش میں ہیں، اور اللہ تعالیٰ
 اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ تو سچے (ایمان دار) ہیں۔ اور اُن
 (انصار) کا بھی (حق) ہے جنہوں نے مہاجرین سے پہلے مدینہ میں اپنا ٹھکانا مقرر کیا
 اور ایمان لائے، جو کوئی (مسلمانوں میں سے) اُن کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے تو اس
 سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو (لوٹ کے مال میں سے) جو دیا جائے اس سے اُن
 کے دلوں میں حسد نہیں ہوتا اور (مہاجرین کو آرام پہنچانا) اپنے آرام پر مقدم رکھتے ہیں
 گو اُن کو تنگی ہی کیوں نہ ہو اور جو شخص اپنے نفس کی بخیلی اور لالچ سے بچایا گیا تو ایسے ہی
 لوگ مراد کو پہنچیں گے۔“

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں کتاب العلم [رقم: ۸۲] میں اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں، کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو سنا آپ ﷺ نے فرمایا: «بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ، أُتِيتُ بِقَدَحٍ لَبَنٍ، فَشَرِبْتُ حَتَّى إِنِّي لَأَرَى الرَّأْيَ يَخْرُجُ فِي أَظْفَارِي، ثُمَّ أُعْطِيتُ فَضْلِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ»

”میں سویا ہوا تھا کہ (خواب میں) میرے پاس دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا، میں نے اُس میں سے خوب پیا حتیٰ کہ سیرابی میرے ناخنوں سے بہنے لگی، پھر میں نے اپنا بچا ہوا عمر بن خطاب کو دے دیا۔“

لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی؟ فرمایا: «الْعِلْمُ» یعنی خواب میں دکھائے گئے دودھ سے مراد علم ہے۔

اس حدیث سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فضیلت بالکل واضح ہے کہ انھیں علم نبوی میں سے حظ وافر ملا۔ اسی طرح ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے خود رسول مکرّم ﷺ کو فرماتے سنا کہ «بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ، رَأَيْتُ النَّاسَ عَرَضُوا عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمْصٌ، فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثَّدْيَ، وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ دُونَ ذَلِكَ، وَعَرَضَ عَلَيَّ عُمَرُ وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ اجْتَرَكَا»

”یعنی میں نے خواب کے دوران دیکھا کچھ لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے انھوں نے کرتے پہن رکھے تھے۔ کسی کا کرتہ چھاتی تک اور کسی کا اس سے نیچے تھا۔ پھر عمر (بن خطاب) کو پیش کیا گیا تو ان کا کرتہ زمین کو چھو رہا تھا۔“

لوگوں نے اس کی تعبیر دریافت کی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”الْكَيْدَيْنِ“ [بخاری رقم: ۳۶۹۱] یعنی عمر رضی اللہ عنہ کا مقام دین اسلام پر عمل کرنے اور دینی غیرت و حمیت میں باقی لوگوں کے مقابلے میں بہت اونچا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اوصاف و کمالات، محامد و خصائل اور فضائل سے کتب و دوا دین حدیث بھرے پڑے ہیں۔ مذکورہ دو احادیث تو بس شتہ نمونہ از خروارے ہیں جن سے اُن کے علمی و دینی مرتبہ و مقام کی عظمت واضح ہوتی ہے۔ ان کے انہی خصائص کی بنا پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انھیں اپنا خلیفہ نامزد کیا تھا، اور نبی رحمت ﷺ خود بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد ہر معاملے میں انہی کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ لہذا وہ بجا طور پر مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ اور امیر المومنین ہیں۔

[حافظ عبدالوحید]

رضی اللہ عنہ وأرضاه

فہرست

| | | |
|----|---------------------------------------|-----------------|
| 1 | | جواہر پارے |
| 2 | سیدنا عمر فاروقؓ | کلمہ طیبہ |
| 5 | اسراف و تبذیر..... معاشرتی ناسور | اداریہ |
| 7 | اعتراف | مقالہ خصوصی |
| 9 | سورۃ البقرۃ..... (۱) | درس قرآن |
| 12 | سورۃ فاتحہ پڑھنے یا نہ پڑھنے کے دلائل | احکام و مسائل |
| 15 | آداب فتاویٰ..... (۳) | اخذ و اقتباس |
| 20 | اسلامی مہینے اور ان کا تعارف..... (۳) | مضامین و مقالات |
| 26 | خلافت موحدین | روزن تاریخ |
| 32 | فہرست کتب | فہرست کتب |
| 35 | کلام اللہ کے فضائل و محامد..... (۳) | شعر و ادب |

﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۚ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ ط
إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ﴾ [الزمر: ۳۹: ۳]

مِنْ
الْكِتَابِ

”اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا اوروں کو (اپنا) حمایتی (دوست) بنا رکھا ہے (وہ سمجھتے/ کہتے ہیں کہ) ہم انھیں محض اس لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں گے۔ یہ حقیقت ہے کہ جن باتوں میں یہ لوگ اختلاف کرتے ہیں (قیامت کے روز) اللہ تعالیٰ ان کے مابین فیصلہ فرمائے گا۔“

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
«لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالَى الْمَرْءُ بِمَا أَخَذَ الْمَالُ أَمِنْ حَلَالٍ أَمْ مِنْ حَرَامٍ ؟»
یعنی ”لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی کو اس بات کی کوئی پروا نہیں ہوگی کہ اس نے مال کو کیسے حاصل کیا ہے؟ آیا حلال طریقے سے یا حرام طریقے سے؟“ [بخاری: ۲۰۸۳]

مِنْ
الْحِكْمَةِ

کھانے کے بعد کی دعا

معاذ بن انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص کھانا کھانے کے بعد یہ دعا پڑھے:
«الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنِي هَذَا وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلَا قُوَّةٍ»
”تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے مجھے یہ کھلایا اور رزق عطا فرمایا، اس کی مدد کے بغیر کسی آفت سے نہ بچنے کی طاقت ہے اور نہ کچھ کرنے کی قوت ہی۔“
تو اس کے تمام گزشتہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ [ترمذی: ۳۴۸۵]

اسراف و تبذیر..... معاشرتی ناسور

حافظ احمد شاہ

اداریہ

ہمارا ملک پاکستان اس وقت معاشی، اقتصادی، سیاسی اور بد امنی کے جن بحرانوں سے دوچار ہے وہ کسی بھی صاحب نظر سے مخفی نہیں۔ سیاسی بحرانوں کا بنیادی سبب تو صرف آپادھانی ہے کہ اقتدار میں آنے والے اپنی ساری توانائیاں اس کو بچانے اور مدت بڑھانے پر خرچ کرتے ہیں۔ جب کہ اقتدار چھوڑنے والے حاصل جمع کو چھپانے پر اپنی صلاحیتیں بروئے کار لاتے اور اقتدار کے خواہش مند جانے والی حکومت کے کیڑے نکالنے اور حاضر سرور حکمرانوں کو ہدف تنقید بنانے اور دردمدح خود راگ الاپنے، نیز عوام کو..... موہوم..... سہانے مستقبل کے خواب دکھانے پر ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں۔ اور ایسی سیاست ہی بحرانوں کا سبب بنتی ہے۔ اگر سیاست کا اس کے علاوہ کوئی اور مقصد یا حاصل نتیجہ کسی صاحب کے علم میں ہو تو وہ ہمیں اطلاع دے کر ہمارے علم میں اضافہ کر کے شکرے کا موقع دیں۔

باقی رہے معاشی و اقتصادی بحران! بد امنی انہی دونوں کا منطقی نتیجہ ہوتا ہے۔ اور معاشی و اقتصادی بحران نتیجہ ہوتے ہیں توانائی کے بحران کا۔ توانائی کے بحران کے عموماً دو سبب ہوتے ہیں:

پیداوار کم اور مصرف زیادہ ہو یا پھر پیداوار تو حسب گزارہ ہو لیکن اس کا ضیاع ہوتا ہو۔ اور ضیاع بھی کئی طرح کا ہوتا ہے: ضرورت سے زیادہ خرچ کیا جائے۔ جسے دینی اصطلاح میں اسراف کہا جاتا ہے جس کی حدود مقرر کرنا یا ان کی تعیین مشکل اس لیے ہے کہ ہر فرد، گھر اور ادارے کی ضروریات بھی مختلف ہوتی ہیں، مزاج بھی الگ الگ ہوتے ہیں اور ذرائع آمد و خرچ بھی۔ باقی رہا بے جا خرچ کرنا اس کو شریعت نے تبذیر کہا ہے، اور تبذیر کرنے والے کو کتاب الہی نے شیطان کے بھائی کہا ہے، مثلاً:

اس موضوع پر اگرچہ کئی بار ہم اظہار خیال کر چکے ہیں تاہم اس خیال کو اس وقت زیادہ مہینہ ملی جب جناب میاں شہباز شریف کا قوم کے نام ایک کھلا خط اخبارات میں پڑھنے کو ملا جسے ہم اپنی پالیسی کے علی الرغم خیر کی تائید کے جذبے سے..... اگلی سطروں پر شائع کر رہے ہیں..... اس خط سے میاں شہباز شریف کے مترشح ہوتے ہوئے جذبات خیر سے متاثر ہو کر جان کی امان طلب کر کے ہم یہ عرض کرنے کی جرأت بھی کرتے ہیں کہ شادی بیاہ کے موقع پر لائٹنگ اور بعض جگہ بے محابا لائٹنگ، اونچی اونچی عمارتوں پر، لمبی لمبی گلیوں اور طویل بازاروں میں کئی کئی دن اور تقریب ختم ہونے کے بعد عموماً صبح تک یہ تبذیر بھی ہے اور نمود و نمائش بھی۔

قومی دنوں پر جو چراغاں کیا جاتا ہے اور بعض مرتبہ میل ہا میل تک چلا جاتا ہے اس کو خوشی کا اظہار کہا جاتا ہے جو خالصتاً بے دین، روزِ جزا سے بے نیاز اقوام کا طریقہ اظہارِ خوشی ہے۔ غریب اور ترقی پذیر اقوام اپنی غربت و پسماندگی چھپانے کی خاطر خواہی نہ خواہی ایسی رسومات کی نقالی کرتی ہیں جب کہ شریعت خوشی کے اظہار کی حدود مقرر کر چکی ہے۔ ایسے قومی دنوں پر حکومت اگر بے گناہ و بے کس قیدی رہا کرے، عوام کو ناناچ، دوائیوں اور لباس میں امدادی رقوم..... سب سڈی..... مہیا کرے، مستحق غرباء کی اجتماعی شادیوں کا انتظام کرے..... جیسا کہ بعض حکمران اور اصحاب خیر کرتے بھی ہیں اور حکمرانوں کو یہ اقدامات حکومتی سطح پر کرنے ہی چاہئیں..... تو یہ قومی دنوں کی اہمیت کا باعث بھی بنیں گے اور بارگاہِ الہی میں شکر ادا کرنے کا ایک مثبت طریقہ بھی ہوگا۔

بعض دینی حلقے بعض اسلامی تہواروں پر بالالتزام اور بھرپور طریقے سے چراغاں کرتے ہیں جو صرف اور صرف نمائش اور دکھاوا ہوتا ہے۔ اس

لیے کہ شریعت تو عمل کے لیے آئی ہے اور عمل کا تقاضا کرتی ہے۔ دکھاوے، نمائش پر شریعت نے بڑی وعیدوں کے ساتھ تنبیہ کی ہے۔ اسی طرح بعض فوت شدہ بزرگوں کے ایام ولادت یا ایام وفات پر جو عرس کیے جاتے ہیں جو کہ عموماً سال بھر ہر روز کسی نہ کسی شہر، محلے، گلی اور علاقے میں برپا ہوتے رہتے ہیں، ان پر نیکی کے نام پر اس حلقے کے راہبر و رہنما علماء عوام کو ترغیب دے کر خرچ کرواتے ہیں۔ اس طرح ان ایام میں لاکھوں بلکہ کروڑوں روپے کی صرف توانائی خرچ ہوتی ہے۔ کتاب و سنت کے واضح دلائل اور نصوص کے مطابق ان ایام اور مقامات پر خرچ کرنا نہ صرف یہ کہ نیکی نہیں ہے بلکہ گناہ ہے۔ اس کی بجائے لاکھوں فقراء و مساکین، بیماروں اور محتاجوں پر خرچ کرنا چاہیے جس کا بہت زیادہ ثواب ملنے ہے اس اسراف و تبذیر کا ایک پہلو تو توانائی کا ضیاع ہے دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ خرچ شدہ ساری بجلی کی قیمتیں علاقہ عوام پر جرم بے گناہی کے طور پر تقسیم کر دی جاتی ہیں۔

توانائی کی اہمیت یہ ہے کہ توانائی ہوگی تو صنعت چلے گی، صنعت چلے گی تو مزدور کو روزگار ملے گا، صنعت کی پیداوار ہوگی تو تجارت کا مال بازار میں آئے گا اور تجارت چلے گی۔ صنعت کا پیہہ جس قدر رواں دواں ہوگا اسی قدر اقتصاد بہتر ہوگا، اقتصاد بہتر ہوتا تو معاشی استحکام آئے گا، عوام معاش میں مصروف ہوں گے تو جرائم کم ہوں گے، جرائم کم ہوں گے تو امن کی بانسری ہر طرف بجے گی اور سب طرف سے خیر اور بھلائی ہی کی آواز آئے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حکم رانوں کو خیر کی توفیق دے اور وہ اختلافی اقدامات کی بجائے ملک و قوم کی فلاح کے لیے ایسے متفق علیہ اقدامات کرنے کا تہیہ کر لیں تو غریبوں کی فاقہ مستی حکمرانوں کے جذبہ خیر اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے ایک دن ضرور رنگ لائے گی۔

کھلا خط منجانب خادم پنجاب

یہ خط پاکستان کے ہر شہری کے نام ہے

میں اس خط کے ذریعے آپ کی توجہ ایک ایسے مسئلہ کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو ہمارے قومی وجود کو دیکھ کی طرح چاٹ رہا ہے۔ جس کی وجہ سے بے شمار گھر مصائب اور مشکلات کا شکار ہیں۔ میری مراد شادی بیاہ کی ان رسوم سے ہے جو نمود و نمائش اور اسراف کی تمام حدود پار کر چکی ہیں۔ چار چار، پانچ پانچ روز تک پھیلی ہوئی تقریبات، سجاوٹ، آرائش، روشنیاں، مینڈ باجے، انواع و اقسام کے کھانے، آتش بازی، اسلحہ کی نمائش اور بے دریغ فائرنگ۔ رات گئے یہ تقریبات شروع ہوتی ہیں اور پھر اذان سحر تک جاری رہتی ہیں۔ بڑے بڑے ہوٹلوں، شادی گھروں اور گلی کوچوں میں ایسے ایسے منظر دیکھنے کو ملتے ہیں جو غربت اور سادگی کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ایک، ایک کھانے پر لاکھوں روپے خرچ ہوتے ہیں۔ اس خطیر رقم سے نجانے کتنی بے سہارا بچیوں کے ہاتھ پیلے ہو سکتے ہیں۔ شہریوں کی بے سکونی، امن عامہ کو لاحق خطرات، قیمتی وسائل کا ضیاع، وہ وقار اور متانت جو کبھی ہماری زندگی کا سرمایہ تھی اب حرف غلط کی طرح ٹٹی جا رہی ہے۔

مجھے اس ضمن میں بے شمار خطوط اور ای میل ملتی ہیں۔ والدین کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو اور دلوں سے اٹھتی ہوئی درد کی لہر مجھ سے سوال کرتی ہے کہ وہ کب تک رسوم کی اس آگ میں جلتے رہیں گے؟ میں آج اس خط کے ذریعے یہی سوال پوری قوم سے کرنا چاہتا ہوں۔ خادم پنجاب کی حیثیت سے صرف یہ میری ہی نہیں بلکہ ہر پاکستانی کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس سوال میں چھپے ہوئے درد کی تہہ تک نہ پہنچے۔ لوگ چاہتے ہیں کہ شادی اور نکاح کی تقریبات میں سادگی، وقار اور کفایت شعاری کو شعار بنایا جائے۔ یہ تقریبات صبح، دوپہر یا شام کے وقت منعقد ہوں تاکہ توانائی کے بحران پہ قابو پایا جاسکے۔

میں اپنے تمام بہنوں، بھائیوں سے درخواست کروں گا کہ وہ اس ضمن میں اپنی آراء خادم پنجاب، سیکرٹریٹ، 7 کلب روڈ، لاہور میں بھجوائیں، فون نمبر 042-9204355 پر لکھوائیں یا 042-9204915 پر فیکس کریں۔ میرا ایمان ہے کہ آپ کی رہنمائی ہماری حکومت کے لیے مشعل راہ بنے گی اور ہم ایک باوقار معاشرے اور روشن پاکستان کی تعمیر کو ممکن بنا سکیں گے۔ [محمد شہباز شریف، خادم پنجاب]

اعتراف

مؤرخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ جو ہفت روزہ ”الاعتصام“ کی مجلس ادارت کے بزرگ رکن بھی ہیں اور دارالعلوم السلفیہ کے نائب صدر بھی۔ ان کی علمی خدمات کے اعتراف اور ان کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے المکتبۃ السلفیہ نے ہمدرد سنٹر لاہور میں ایک تقریب کا اہتمام کیا تھا۔ جس میں اسلام آباد، فیصل آباد، ڈیرہ غازی خان ملتان، راجوال اور جرہ شاہ مقیم وغیرہ سے ان کے مداحوں و عقیدت مندوں نے بھرپور شرکت کی اور انھیں نیازمندانہ خراج عقیدت پیش کیا۔ اس مجلس میں استقبالیہ کے جو کلمات مولانا بھٹی کی خدمت میں پیش کیے گئے قارئین کے مطالعہ کے لیے وہ ذیل میں شائع کیے جا رہے ہیں۔ [ادارہ]

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله و نحمده و نستعينه و نستغفره و نؤمن به و نتوكل عليه

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَّ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ط
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَّ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ط
محترم المقام مولانا محمد اسحاق بھٹی، صدر گرامی، مہمانان خصوصی، علمائے عظام و سامعین کرام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

یہ دن ہم سب کے لیے نہایت مسرت اور میزبانوں کے لیے سعادت کا دن ہے کہ ہم ایک ایسے صاحب علم و قلم کے حضور محبت کی سوغات اور عقیدت کے جذبات کے اظہار کے لیے حاضر ہوئے ہیں جو میدان صحافت کے آل راؤنڈر بھی ہیں اور تحقیق کے میدان میں ایک منفرد مقام کے حامل بھی، جو تاریخ کے غواص بھی ہیں اور ترجمہ کی نزاکتوں کے شناور بھی۔ جو یگانہ طرز نگارش کے موجد بھی ہیں اور مثالی حافظے سے بہرہ ور بھی، واقعات کو ترتیب وار بیان کرنے کا ملکہ بھی باری تعالیٰ نے اُن کو ودیعت کر رکھا ہے اور بات سے بات نکالنے کا ڈھنگ بھی انہیں دے رکھا ہے۔ اس سے میری مراد مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ ہیں جو آج کی تقریب کے باعث تقریب ہیں۔ انہیں اگر آج کی بارات کا دولہا بھی کہہ لیں تو یہ بد مزانہ ہوں گے کہ جس طرح یہ رعونت سے دور ہیں اسی طرح ان کو یوست سے بھی نفور ہے اور بفضلہ تعالیٰ خشونت سے بھی یہ اتنے ہی محفوظ ہیں۔ ان سے پہلی ملاقات، دوسری ملاقات کی تمنائے بے تاب بن جاتی ہے

بہت جی خوش ہوا کل ذوق سے اے ہم نشین مل کر ابھی اگلی شرافت کے نمونے پائے جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اصحاب علم و فضل ان کے عجز و انکسار سے محو حیرت ہو جاتے ہیں تو طلباء ان کی شفقت و اپنائیت کے گرویدہ۔ نیز اہل تقویٰ کے حضور ان کی نیاز مندی ان کو متاثر کیے بغیر نہیں رہتی۔ گویا اگر یہ کہا جائے کہ

ان کی باتوں میں گلوں کی خوشبو ان کے لہجہ میں ادب کے تیور تو قطعاً غلط نہ ہوگا۔

مولانا نے عربی سے سیکھا، فارسی کو پڑھا، اردو میں لکھا لیکن بولتے خالص پنجابی ہیں۔ ان کی حسن مزاح ہمیشہ بیدار بلکہ توانا رہتی ہے۔ لطیفہ کہنے کا سلیقہ بھی رکھتے ہیں بلکہ کہے بغیر نہیں سکتے اور سہنے کا حوصلہ ہی نہیں رکھتے اُس سے محفوظ بھی ہوتے ہیں۔

مولانا بھٹی اپنی وسعت فکر کے باوجود نہ اپنے عقیدے پر مصالحت کرتے ہیں اور نہ اسلاف سے اپنے تعلق و عقیدت کے اظہار پر جھجک ہی

محسوس کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ان کو ایک بڑی عطا یہ بھی ہے کہ یہ استفادے کے ان چشموں، افراد ہوں یا ادارے، کا سعادت کے ساتھ ذکر کرتے اور فیض حاصل کرنے کا کھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں جس پر ان کی تحریریں شاہد ہیں۔

آپ سب حضرات جانتے ہیں کہ مولانا بھٹی نے اپنی علمی زندگی کا آغاز مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ سے کیا تھا اور قلمی سفر کا آغاز مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ کی سرپرستی میں مفت روزہ ”الاعتصام“ سے کیا تھا۔ ”الاعتصام“ میں پہلے کچھ عرصہ مولانا کے زیر سایہ قلمی تربیت بھی لیتے رہے اور ”الاعتصام“ کی انتظامی خدمت بھی کرتے رہے۔ پھر مولانا کے ادارہ ثقافت اسلامیہ میں تشریف لے جانے کے بعد ”الاعتصام“ کی مکمل ادارتی اور انتظامی خدمات پندرہ سال تک سرانجام دیتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی کوئی تحریر، کوئی مقالہ اور کوئی تصنیف یا تالیف ”الاعتصام“ اور مذکورہ بالا دونوں بزرگوں کا ذکر کیے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ اسی طرح یہ اپنے مرتبین، محترمین اور اپنے مخدومین کا ذکر ہمیشہ احترامات فائقہ سے کرتے ہیں جس سے یہ بات حق البقین کی طرح سمجھ میں آ جاتی ہے کہ ان کے علم کی برکت اور فیض کے عام ہونے کا سبب جہاں ان کی تواضع اور انکسار ہے وہاں ان کا یہ اعتراف ہی آج ان کے اس اعزاز و اکرام کا باعث بنا ہے کہ ہم سب لوگ ان کو ہدیہ تبریک پیش کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔

بھٹی صاحب کا ہمارے گھرانے سے تعلق 34-1933 سے ہے گویا بقول حفیظ جالندھری

ع پون صدی کا قصہ ہے برس دو برس کی بات نہیں

مولانا بھٹی ہمارے خانوادے کو چار پشتوں سے جانتے ہیں جب کہ ننھیال کی جانب سے یہ تعارف پانچ پشتوں تک جا پہنچتا ہے۔ اپنے غیر معمولی حافظے کے سبب مولانا میرے جملہ ننھیال اور ددھیال کو نام بہ نام جانتے ہیں، میں نے پہلے ان کی نو جوانی دیکھی، پھر جوانی اور پھر ڈھلتی جوانی۔ پھر بڑھاپا آتے ضرور دیکھا لیکن..... بحمد اللہ..... اُسے اُنھوں نے اپنے اوپر طاری اور غالب نہیں ہونے دیا، اس لیے ان شاء اللہ یہ محفل ان کی لوٹتی جوانی کی ایک یادگار مجلس کے طور پر یاد رکھی جائے گی۔

اس قدیم، مضبوط اور گہرے تعلق کی بنا پر ہم نے یہ سمجھا کہ ان کی اس طرح کی پذیرائی یعنی علمی خدمات کا اعتراف اور ممکن حد تک نیاز مندوں سے ان کی اجتماعی ملاقات کرانا ہم پر فرض اور ان کا ہم پر حق تھا جس کے لیے آپ احباب کو تکلیف شراکت دی۔ آپ حضرات اس سرد موسم میں بھٹی صاحب کے لیے گرم جذبات لے کر تشریف لائے ہیں، میں آپ کا شکر گزار ہوں۔

کہاں یہ مرتبہ اپنا تمہیں تکلیف شرکت دوں
مگر مہماں فقیروں کے ہوئے ہیں بادشاہ اکثر

حضوراتِ گرامی! اب میں مولانا مدوح اور آپ کے درمیان زیادہ دیر حائل نہیں رہوں گا تاکہ دور دراز کے سفر کے بعد آپ ان کی خدمت میں اپنے محبت بھرے گلہائے عقیدت پیش کر سکیں اور سماعت فرما سکیں۔

ہم شکر گزار ہیں کہ بھٹی صاحب نے ہمیں اس سعی پذیرائی کا موقع دے کر اظہارِ شفقت فرمایا ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ بھٹی صاحب کی صحت و ایمان کی زندگی میں برکت عطا فرمائے تاکہ یہ اپنے ادھورے کام مکمل کر سکیں اور اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر کسی کو کسی انسان کا کبھی محتاج نہ کرے۔ آمین

ایں دعا از من و جملہ جہاں آمین باد

خادم العلم والعلماء

احمد شاہ کرغفرلہ والوالد یہ

۱۳۔ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ ۱۱۔ جنوری ۲۰۰۹ء

سورة البقرة

..... اردو ترجمہ

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م: ۱۲۳۰ھ)

..... خوشی

- ①..... موضح القرآن (حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)
 - ②..... احادیث التفسیر (حضرت مولانا حافظ حمید اللہ میر رحمۃ اللہ علیہ - م: ۱۲۳۰ھ)
 - ③..... احسن الفوائد (مولانا ڈپٹی سید احمد حسن صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ - م: ۱۳۳۸ھ)
- شرح المفردات: حافظ عبدالوحید

سُورَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ ۖ وَهِيَ مَائَتَانِ وَسِتُّ ثَمَانُونَ آيَةً وَارْبَعُونَ رُكُوعًا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

”شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔“

”اس کتاب میں کچھ شک (۱) نہیں راہ بتاتی ہے (۲) ڈروالوں کو جو یقین کرتے ہیں بن دیکھے (۳) اور درست کرتے ہیں نماز کو اور ہمارا دیا کچھ خرچ کرتے ہیں اور جو یقین کرتے ہیں جو کچھ اُترا تجھ پر اور جو کچھ اُترا تجھ سے پہلے اور آخرت کو وہ یقین جانتے ہیں۔ اُنھوں نے پائی ہے راہ اپنے رب کی اور وہی مراد کو پہنچے۔“

۝ اَلَمْ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۚ فِيْهِ ۚ هُدًى
لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُوْنَ
الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ
يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَ
بِاٰزِجَةٍ هُمْ يُوقِنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ
رَّبِّهِمْ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

شرح المفردات:

- ①..... حروف مقطعات: جہاں جہاں یہ حروف آئے ہیں ان کے بعد غور کریں کہ عموماً کتاب، ایت، ذکر، تزیل اور قرآن وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں۔ جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ آیات بینات، ذکر جمیل، یہ قرآن معجزہ طراز انہی حروف سے تشکیل پاتا ہے۔ اگر حوصلہ ہے تو تم بھی میدان میں آ کر دیکھو ﴿فَاتُوا بِسُودَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ﴾ [سراج البیان، مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ]
- ②..... المتقین: یہ تقویٰ سے اسم فاعل ہے (پرہیز کرنے والے، بچنے والے) اور تقویٰ کا لفظ ”وَقَايَةً“ سے مشتق ہے، جس کے معنی احتیاط، پرہیز اور بچاؤ کے ہیں۔ تو تقویٰ سے مراد ”قلب و روح اور نفس کی ایسی کیفیت ہے جو اُسے اللہ کی نافرمانی سے بچائے رکھے۔“
- ③..... یقیمون الصلوٰۃ: (درست کرتے ہیں نماز) یعنی نمازیں قائم کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں اداۓ صلوٰۃ کی بجائے ”اقامت صلوٰۃ“ کے الفاظ ہی زیادہ تر آئے ہیں۔ مراد ہے کہ نماز سے متعلقہ تمام ظاہری فقہی احکام و آداب کے ساتھ ساتھ اُس کے معنوی و روحانی پہلوؤں کو مد نظر

رکھا جائے، خشوع و خضوع کا پورا لحاظ رکھا جائے۔

⑤..... يُقِيمُونَ، يُؤْمِنُونَ، يُنْفِقُونَ، يُؤْفِقُونَ: یہ تمام الفاظ (باب افعال) فعل مضارع سے جمع مذکر غائب کے صیغے ہیں۔ جب کہ رزق فعل ماضی سے جمع متکلم۔

☆..... یہ پہلی سورت ہے جو مدینہ میں نازل ہوئی مگر ایک آیت۔ وہ باتفاق جتہ الودائع کے دن منیٰ میں اتری۔ اس سورت کی پہلی آیتوں کے نازل ہونے کا سبب مالک بن صفیہ یہودی ہے۔ مومنوں کے دل میں شک ڈالتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ کتاب وہ کتاب نہیں ہے، جس کی خبر اگلی کتابوں میں دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس شک کو رفع کر کے مومنوں کی مدح اور کافروں کی مذمت میں یہ آیتیں بھیجیں۔ سورہ بقرہ اور آل عمران کے بہ کثرت فضائل آئے ہیں مختصر یہ ہے کہ

(ف ۱): عن ابی امامۃ الباہلی قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ((اقرءوا القرآن فإنه یأتی یوم القیمۃ شفیعاً لأصحابہ. اقرؤوا الزہر اوبین: البقرۃ وسورۃ العمران فإنہما یأتیان یوم القیمۃ کأنہما غمامتان أو کأنہما غیایتان أو کأنہما فرقان من طیر صوافٍ تحاجان عن أصحابہما. اقرؤوا سورۃ البقرۃ فإن أخذھا بركة وترکھا حسرة ولا یتسطیعھا البطلة)) قال معاویۃ: البلطۃ السحرة۔ [حدیث کا یہ متن صرف ”احادیث التفسیر“ میں آیا ہے، ”موضح القرآن“ میں نہیں۔ (الاعتصام)] یعنی [قرآن پڑھا کرو یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے اور عمل کرنے والوں کی سفارش کرے گا۔ نیز دو ہدایت و نور والی سورتیں یعنی بقرہ و آل عمران (بھی) پڑھا کرو۔] یہ دونوں سورتیں اپنے پڑھنے والے پر قیامت کے دن سایہ کریں گی اور اس کی طرف سے خدا تعالیٰ سے جھگڑیں گی۔ جناب رسول خدا ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ سورہ بقرہ پڑھا کرو؛ کیوں کہ اس کا سیکھنا اور پڑھنا موجب برکت اور چھوڑنا باعث حسرت ہے۔ یعنی جب قیامت میں اس کے پڑھنے والوں کو بلند درجے عنایت ہوں گے تو نہ پڑھنے والا حسرت و افسوس سے کہے گا کہ میں نے اسے کیوں نہ پڑھا تھا کہ اس شخص کی طرح ثواب سے محفوظ ہوتا، اور یہ سورت جادو گروں کو یاد نہیں رہ سکتی۔“ جس قدر احکام الہی اس سورت میں مندرجہ ہیں اتنے کسی اور سورت میں نہیں ہیں۔ اس سورہ کو سورہ بقرہ کہنے کی یہ وجہ ہے کہ اس میں بقرہ (گائے) کا ذکر ہے۔ [موضح القرآن]

چنانچہ ان سورتوں کا یاد ہونا ایمان کی علامت ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ ”جس گھر میں سورہ بقرہ پڑھی جائے وہاں شیطان یعنی آسیب کا دخل نہ ہوگا۔“

اس بات کو خوب یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن کے صاحب اور اہل یعنی قرآن والے اور اللہ والے وہی ہیں جو اس پر عمل کرتے ہیں جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے اور اس حدیث کے بھی ایک طریق سند میں یہ لفظ موجود ہیں:

((یوتی بالقران وأہلہ الذین کانوا یعملون بہ))

یعنی ”قیامت کے دن قرآن مجید پیش ہوگا اور قرآن والے یعنی وہ جو اس پر عمل کرتے تھے اور پڑھنے سے بھی وہ پڑھنا مراد ہے کہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھے یعنی ہر آیت پر وقفہ کرے اور اس کے معنی اور مطلب پر غور کرتا جائے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

کان رسول اللہ یقطع قراءۃ یتقرأ: ﴿ الحمد لله رب العالمین ﴾ ثم یقف ﴿ الرحمن الرحیم ﴾ ثم یقف یعنی ”آنحضرت ﷺ آیت کو علیحدہ علیحدہ اور جدا جدا پڑھا کرتے تھے۔ مثلاً: ﴿ الحمد لله رب العالمین ﴾ پڑھ کر ٹھہر جاتے پھر ﴿ الرحمن الرحیم ﴾ پڑھ کر ٹھہر جاتے۔“

ایک روایت میں ہے: فیاذہی تنعت قراءۃ مفسرۃ حرفاً حرفاً۔

یعنی آنحضرت ﷺ آیتوں کو ایسا جدا جدا اور تامل سے پڑھتے تھے کہ حرف حرف صاف اور جدا جدا معلوم ہوتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: ((لم يفقه من قرأ القرآن في أقل من ثلاث)) یعنی ”جو شخص تین دن سے کم میں قرآن شریف کو ختم کرے گا وہ سمجھنے کا نہیں۔“

مطلب یہ ہے کہ جو شخص زیادہ پڑھنا چاہے گا وہ جلدی کرے گا اور جلدی کے سبب نہ وہ خود سمجھ سکتا ہے نہ سننے والا سمجھ سکتا ہے۔ پس جب کہ اس کی قراءۃ اللہ اور رسول کے خلاف ہوئی تو ایسا ہے گویا اس نے پڑھا ہی نہیں۔ اس مسئلے کا بہت خیال کرنا چاہیے۔ کیوں کہ ہزاروں آدمی خصوصاً حافظ لوگ علی الخصوص تراویح کی نماز میں بہت جلدی پڑھتے ہیں، اُن کے مقتدی اور وہ خود اس بات کو تعریف کے قابل سمجھتے ہیں۔ اس حرکت سے سب کو ڈرنا چاہیے، صراحۃً شریعت کے خلاف کام کرنا پھر اس سے خوش ہونا بڑے اندیشے اور خوف کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو شریعت کی تابع داری کی توفیق دے، آمین۔

(ف۱): ریب کے معنی شک کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ کتاب اپنی روشن دلیلوں اور صاف اور کھلے ہوئے بیان کے سبب اس امر کی گنجائش نہیں رکھتی کہ اس کے حق ہونے میں شک و شبہ کو راہ ملے۔ یوں عناد اور دھاندلی سے کوئی جو چاہے سو کہے لیکن غور و انصاف کی نظر دیکھنے اور سوچنے والا اس میں شک و شبہ نہیں کر سکتا۔

(ف۲): ہدایت کے معنی ہیں راہ دکھانا، توفیق دینا، مطلب کھولنا، الہام کرنا، راستہ بتانا، نرمی کے ساتھ جو مطلب تک پہنچا دے۔ اگرچہ یہ کتاب فی نفسہ ہدایت عام ہے لیکن چون کہ اس سے فائدہ متقیوں کو پہنچتا ہے اس واسطے یوں فرمایا کہ ”ہدایت واسطے متقیوں کے۔“

(ف۳): غیب وہ ہے جو ظاہر نہ ہو۔ اور یہاں وہ مراد ہے جس کا دیکھنا، سنا دینا میں نہیں ہوتا۔ جیسے جنت، دوزخ، عذاب، ثواب، فرشتے

وغیرہ۔ [احادیث التفسیر]

خطباء، دعاۃ اور اہل علم کے لیے خوش خبری

زاد الخطیب

(دوسرا ایڈیشن)

تالیف

ڈاکٹر حافظ محمد اسحاق زاہد

دیدہ زیب ٹائٹل، خوب صورت طباعت، مضبوط جلد، عمدہ کاغذ، دو جلدیں اور انتہائی کم قیمت

جلد اول: سال بھر کی مخصوص دینی مناسبتوں کے متعلق خطبات ❀..... جلد دوم: عقائد و اخلاقیات وغیرہ سے متعلق عمومی موضوعات

❀..... انداز نہایت علمی اور شستہ ❀..... متعدد اہل علم کی تقاریر سے آراستہ ❀..... پہلا ایڈیشن کی مقبولیت کے بعد، دوسرا ایڈیشن سابقہ مطبعی غلطیوں سے بہت حد تک صاف

ملنے کے پتے: نوٹ: کتاب بذریعہ ڈاک نہیں بھیجی جائے گی، خواہش مند حضرات خود شریف لائیں یا کسی کے ذریعے دستی منگوائیں۔

①..... رانا طاہر محمود صاحب، لاہور۔ فون: 4237720-0333

②..... جامعہ دارالحدیث الرحمانیہ، چنگی ٹبر 14 ملتان

③..... مولانا رشید علی جامعہ علمیہ للبنین والبنات IT ایریا کورنگی نمبر 2 فون: 0321-2074601, 0300-2682701, 021-2005291

④..... حافظ نصر اللہ صاحب (ملتان) 0302-3736449

نماز جنازہ میں دیگر دعاؤں کے علاوہ

سورۃ فاتحہ پڑھنے یا نہ پڑھنے کے دلائل کا جائزہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ ثناء اللہ خان مدنی صاحب

”آنحضرت کے صحابہ رضی اللہ عنہم جب کسی فعل کو سنت کہتے ہیں تو اس سے آپ ﷺ کی سنت مراد ہوتی ہے۔“

فتح الباری [۲۰۴/۳] میں ہے: وقد اجمعوا علی ان قول الصحابی سنة حدیث مسند۔ علمائے حنفیہ نے بھی متعدد فروغ اسی اصل پر قائم کی ہیں مثلاً: ہدایہ میں ہے ”اور جب میت کی سریر اٹھائیں تو اس کے چار پائے پکڑ کر اٹھائیں اس کے ساتھ سنت وارد ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سنت طریقہ یہ ہے کہ سریر کو دو شخص اٹھائیں۔ اگلا شخص اپنی گردن پر رکھے اور پچھلا اپنے سینہ پر۔

شرح ہدایہ ابن الہمام امام شافعی پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: امام شافعی کا یہ قول سنت کے خلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

من اتبع الجنائزۃ فلیأخذ بجوانب السریر کلھا فإنه من السنة۔

”جو شخص جنازے کے ساتھ جائے وہ باری باری اس کے سب جوانب سے پکڑ کر اٹھائے بے شک یہ مسنون ہے۔“ لہذا اس سنت پر عمل ضروری ہے۔

③..... ابوامامہ بن سہل بن حنیف سے مروی ہے نماز جنازہ میں سنت طریقہ یہ ہے کہ امام پہلے تکبیر کہے پھر فاتحہ پڑھے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: إسناده صحیح اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ [۲۰۴/۳]

نیز صحیح بخاری کے ترجمۃ الباب میں حضرت حسن سے منقول ہے: یقرأ علی الطفل بفاتحة الكتاب بچے کی نماز جنازہ میں سورۃ

①..... صحیح بخاری میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب » [باب وجوب

القراءة للامام والمأموم فی الصلوات کلھا الخ]

”جس نے نماز میں فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں۔“

وجہ استدلال یہ ہے کہ حدیث ہذا عموم کے اعتبار سے نماز جنازہ کو بھی شامل ہے اس لیے کہ نبی ﷺ نے اس کا نام بھی نماز رکھا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ((من صلی علی الجنائزہ)) نیز فرمایا ((صلوا علی صاحبکم)) اور دوسری روایت میں ہے: ((صلوا علی النجاشی)) امام بخاری رضی اللہ عنہ اپنی صحیح کے ترجمۃ الباب میں رقم طراز ہیں:

سمأھا صلاة لیس فیھا رکوع ولا سجود۔

یعنی نماز جنازہ میں رکوع اور سجود نہ ہونے کے باوجود اللہ کے رسول ﷺ نے اس کا نام نماز رکھا ہے۔

②..... صحیح بخاری میں طلحہ بن عبد اللہ بن عوف کا بیان ہے:

”صلیت خلف ابن عباس رضی اللہ عنہ علی جنازۃ فقرا بفاتحة الكتاب۔ قال: لتعلموا أنها سنة۔“

[باب قراءة فاتحة الكتاب علی الجنائزۃ]

”میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز جنازہ پڑھی تو

انہوں نے سورۃ فاتحہ کی تلاوت کی۔ فرمایا یہ اس لیے کہ تمہیں اس کے سنت ہونے کا علم ہو جائے۔“

صحابہ کا کسی فعل کو ’من السنة‘ کہنا اکثر علماء کے نزدیک مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کتاب الام میں لکھتے ہیں

فاتحہ پڑھی جائے۔ ابن المنذر نے حضرت عبداللہ بن مسعود، حسن بن علی، ابن زبیر اور مسور بن مخرمہ سے نماز جنازہ میں فاتحہ کی مشروعیت نقل کی ہے۔ نیز امام شافعی، امام احمد اور دیگر اہل علم نماز جنازہ میں فاتحہ اور ایک سورہ کی قراءت کی مشروعیت کے قائل ہیں۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں: سألت ثمانية عشر صحابيا فقالوا: يقرأ۔

[رواہ الاثرم حاشیہ موطأ امام محمد]

یعنی ”میں نے اس کے بارے میں اٹھارہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا تو انھوں نے کہا فاتحہ پڑھی جائے۔“
دوسری طرف علمائے حنفیہ ہیں جو نماز جنازہ میں قراءت کے قائل نہیں ہیں۔ چنانچہ امام محمد الموطأ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اثر نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وبهذا نأخذ لا قراءة على الجنازة وهو قول أبي حنيفة -

نیز صاحب ہدایہ صفت نماز جنازہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
والبداءة بالثناء ثم بالصلوة لانها سنة الدعاء -
یعنی ”پہلے ثناء اور پھر درود شریف پڑھے۔ کیوں کہ دعاء کا یہ مسنون طریقہ ہے۔“

امام محمد رضی اللہ عنہ کے قول کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا عبدالحی حاشیہ موطأ پر لکھتے ہیں:

”ہوسکتا ہے کہ اس سے کراہت کی طرف اشارہ ہو جیسا کہ متاخرین میں سے اکثر حنفیہ نے تصریح کی ہے..... اور لکھا ہے کہ اگر دعاء کے طور پر سورۃ فاتحہ پڑھ لی جائے تو کچھ حرج نہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے امام محمد کی مراد لزوم کی نفی ہو اور وہ جواز قراءت کے قائل ہوں۔ چنانچہ ہمارے متاخرین علماء میں سے حسن شربلائی نے اس کو اختیار کیا ہے اور انھوں نے اپنے رسالہ النظم المستطاب میں اس کی خوب وضاحت کی ہے اور جو علماء کراہت کے قائل ہیں ان کی تردید کی ہے اور لکھا ہے:

وهذا هو الأولى لثبوت ذلك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم -

”اور یہی بات اولیٰ ہے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام سے ثابت ہے۔“

مولانا عبدالحی نے التعلیق الممجد میں بھی ایسے ہی خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ قاضی ثناء اللہ حنفی مجددی بھی اپنے وصیت نامہ میں اس بات کے قائل ہیں۔ [فتاویٰ مفید الاحناف، ص: ۲۰]

امام طحاوی رحمہ اللہ وغیرہ نے بھی اپنے مسلک کی حمایت کے لیے احادیث قراءت کی تاویل کو ضروری خیال کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:
من قرأها من الصحابة يحتمل أن يكون على وجه الدعاء لا التلاوة -

”ممکن ہے جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جنازے میں سورۃ فاتحہ پڑھی انھوں نے تلاوت و قراءت کی بجائے بطور دعا پڑھی ہو۔“
حالاں کہ اس تاویل کی تردید کے لیے یہی کافی ہے کہ احادیث میں تو فاتحہ الکتاب کی قراءت کے ساتھ ایک سورت کا بھی ذکر ہے جس میں علی وجہ الدعاء والی تاویل ممکن نہیں، اور پھر یہ محض دعویٰ ہے جس پر کوئی دلیل نہیں۔ چنانچہ امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
وهذا باطل لأنهم ثبت عنهم الامر بالقراءة وإنها سنتها فقول من قال: لعلمهم قرءوها دعاء كذب بحت -

یعنی ”بطور دعاء والا نظر یہ باطل ہے۔ کیوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قراءت کا حکم ثابت ہے اور یہ نماز جنازہ میں مسنون ہے۔ پس جن لوگوں نے کہا ہے کہ ممکن ہے انھوں نے فاتحہ کو بطور دعا پڑھا ہو سفید جھوٹ ہے۔“

ان اصحاب قیاس پر تعجب ہے کہ ایک طرف تو نماز جنازہ کو نماز کہتے ہیں اس میں تکبیر، استقبال قبلہ، امامت الرجال، طہارت، سلام واجب قرار دیتے ہیں اور پھر قراءت کو ساقط کرتے ہیں۔ حالاں کہ حدیث «لا صلوة الا بفاتحة الكتاب» اپنے عموم کے اعتبار سے نماز جنازہ کو بھی شامل ہے۔

لہذا سابقہ دلائل کے بعد ان بے اصل تاویلات کی قطعاً کوئی اہمیت نہیں۔ اب جنازے میں سورۃ الفاتحہ کا پڑھنا جائز کی بجائے

واجب ماننا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

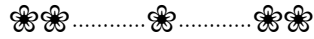
پھر یہاں اس بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ حنفیہ کے نزدیک سبحنک اللہم پڑھنا مسنون ہے۔ حالانکہ جنازے میں اس کا اصلاً ثبوت نہیں ہے (جیسا کہ امام احمد بن حنبل وغیرہ نے تصریح کی ہے) اور قراءت کی نفی کرتے ہیں جو کہ احادیث و آثار سے ثابت ہے۔

[کتاب احکام جنازہ]
لہذا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے صحیح طرق سے صرف نظر کر کے محض ضعیف طریق پر اعتقاد کر بیٹھنا سراسر بے انصافی اور دھونس ہے۔ امید ہے راہ حق کے متلاشی کے لیے یہ چند دلائل کافی ہوں گے۔
والتوفیق بید اللہ

سوال: ایک دن بجلی نہیں آ رہی تھی۔ اس وجہ سے مسجد کی ٹینکی میں پانی نہ بھرا جاسکا اور پانی ختم ہو گیا۔ ٹب میں پانی ڈال کر کچھ لوگوں نے مسجد کی چھت پر وضو کیا اور کچھ نے ابھی کرنا تھا کہ اوپر بنی ہوئی ٹینکی کے پاس بلی نے پیشاب کر دیا۔ پیشاب کے ایک دو چھینٹے ٹب میں بھی گر گئے۔ امام صاحب نے اسی پانی سے وضو کر کے نماز پڑھائی۔ سب لوگ کہہ رہے تھے کہ امام صاحب کا وضو نہیں ہوا کیوں کہ پانی پلید ہو گیا تھا۔ جب کہ امام صاحب کا کہنا ہے کہ ایک دو قطرے پڑنے سے پانی پلید نہیں ہوتا۔ کیا امام صاحب کا وضو درست ہے، اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا ٹھیک ہے؟

جواب: یاد رہے کہ اصلاً پانی پاک ہی ہے، یہ دو طرح سے پلید ہوتا ہے:

- ①.....نجاست کی وجہ سے اس کا رنگ، بو، مز ابدل جائے۔
 - ②.....اندازاً پانچ مشکیزوں یعنی پانچ من سے اس کی مقدار کم ہو بصورت دیگر پانی نجس نہیں ہوتا۔ موجودہ پانی کا اندازہ آپ بہتر طور پر کر سکتے ہیں کہ وہ کتنی مقدار میں تھا، پھر اس کے مطابق حکم لگے گا۔
- امام صاحب کا بھی فرض ہے کہ مسئلہ کی رو سے مقتدیوں کو مطمئن کریں اور مقتدیوں کی بھی ذمہ داری ہے کہ بے بنیاد شکوک و شبہات کا شکار نہ ہوں تاکہ باہمی اعتماد سے اقامت صلوٰۃ کا فریضہ صحیح معنوں میں ادا کر سکیں۔



مولانا محمد یوسف انور کو صدمہ

مولانا محمد یوسف انور (فیصل آباد) کی چھوٹی محترمہ، قاری حبیب الرحمن خطیب منڈی عبدالحکیم کی والدہ محترمہ اور راقم الحروف کی خوش دامن گزشتہ دنوں انتقال کر گئیں، ان اللہ وانا الیہ راجعون مرحومہ ایک عابدہ، زاہدہ اور صالحہ خاتون تھیں۔ ایک عرصہ سے صاحب فراش تھیں مگر کبھی حرف شکایت زبان پر نہ لائیں۔ ان کا اکثر وقت عبادت میں گزرتا تھا۔

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ مرحومہ کے حق میں مغفرت اور بلندی درجات کی دعا فرمائیں، جزاکم اللہ خیراً۔

ادارہ الاعتصام مرحومہ کی مغفرت کے لیے دعا گو ہے اور لواحقین سے تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔ [ادارہ]
[ابوجزہ سعید، محبتی السعیدی، دارالسعادہ منکیرہ، ضلع بھکر]

قارئین الاعتصام کی خدمت میں گزارش

① ہفت روزہ الاعتصام ہر ہفتے باقاعدگی سے شائع ہوتا ہے اور ہر جمعرات کو حوالہ ڈاک کیا جاتا ہے۔

② جن احباب کا سالانہ زیر تعاون ختم ہو گیا ہو تو انہیں بذریعہ پوسٹ کارڈ مطلع کر دیا جاتا ہے۔

③ اطلاعی کارڈ ملتے ہی احباب اپنا سالانہ زیر تعاون مبلغ /۴۰۰ روپے بذریعہ نقد/ منی آرڈر/ ڈرافٹ دفتر الاعتصام میں بھیج دیا کریں۔

④ جن احباب کا سالانہ زیر تعاون دفتر میں موصول نہ ہو تو انہیں بذریعہ وی پی پی اطلاعی کارڈ کے ایک ماہ بعد ارسال کیا جاتا ہے۔

احباب وقارئین سے گزارش ہے کہ وہ بروقت زیر تعاون دفتر میں جمع کروا دیا کریں تاکہ ہر ہفتے الاعتصام ان کی خدمت میں باقاعدہ پہنچتا رہے۔ الاعتصام خود بھی پڑھیں اور اپنے دوست، احباب کے نام بھی جاری کروائیں۔ جزاکم اللہ خیراً [منیجر]

آداب فتاویٰ ۳

احتیاط اور تقاضے

حافظ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ (م: ۷۵۱ھ)

ماخوذ از فتاویٰ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالسلام صاحب بستوی

فائدہ ۶:

ہو جائے۔ بیان فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بعض احکام منسوخ بھی فرماتا ہے، جو حکم منسوخ کیا جائے اس سے بہتر اسی جیسا اور حکم آ جاتا ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے، ہر چیز کو جانتا ہے پس اس کی عام قدرت اور علم تام دوسرے حکم کی قابلیت اسی طرح رکھتا ہے جس طرح پہلے حکم کی۔ ساتھ ہی لوگوں کو اپنے رسول پر اعتراض کرنے سے دھمکایا کہ اگلی امتوں نے جس طرح اپنے نبیوں کی بے ادبی کی تم نہ کرنا بلکہ جو بھی حکم ہومان لیا کرو۔ ساتھ ہی تنبیہ کی کہ یہودی صفت نہ بننا، ان کی خصلتوں سے دور بھاگو، ان کی تو یہ عین فشاء ہے کہ تمہیں بھی اپنی طرح کا کافر بنالیں۔ ساتھ ہی فرمایا کہ یہودیت اور نصرانیت دخول جنت کی چیز نہیں، دخول جنت کا ذریعہ ”اسلام“ ہے، جس میں مقصود، نیت، عمل، طریقہ سب اللہ کی مرضی کے ماتحت ہوتا ہے۔ پھر اپنی کشادگی کا بیان فرمایا کہ نمازی کا منہ جدھر ہوا اللہ تعالیٰ کا چہرہ وہیں ہے، وہ وسعت والا اور علم والا ہے، ذاتی اور عملی طور پر وہ سب کا محیط ہے۔ یہ خیال نہ کرو کہ پہلے قبلہ کے وقت تم اس کی طرف متوجہ نہ تھے، نہ یہ خیال کرو کہ اب تم اس کی طرف منہ کئے ہوئے نہیں ہو۔ بلکہ تم جس طرف مڑو اس طرف خدا کا منہ ہے، ساتھ ہی اپنے نبی ﷺ کو اہل کتاب وغیرہ مشرکوں کی خواہش ماننے سے روکا۔ آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کی امت کو صرف اپنی وحی ماننے کا حکم دیا اور یہ کہ ان کے دلوں کی توجہ صرف ذات واحد کی طرف ہونی چاہیے۔

پھر بیت الحرام کی عظمت بیان فرمائی، اس کے بانی کی عظمت

جب کہ سوال کرنے والے کی طبیعت حکم شرعی سے نامانوس ہو اور اس کے خیال و فکر کے یکسر خلاف ہو۔ بلکہ اس کے برعکس (کچھ اور ہی) اس کے دل میں بیٹھا ہوا ہو تو مفتی کو چاہیے کہ اس سے پہلے بطور مقدمہ کچھ ایسی باتیں بیان کرے جو دلیل بن سکتی ہوں۔ دیکھئے قرآن حکیم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کرنا تھا اور یہ کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے جو عادتاً محال تھا، اس لیے اس سے پہلے حضرت زکریا علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا کہ دونوں میاں بیوی کی آخری عمر میں خدا نے ان کے ہاں اولاد دی جو عادت انسانہ اور روزمرہ کے بالکل خلاف ہے، یہ واقعہ بیان فرما کر گویا سننے والے کے نفس کو اس پر آمادہ کر دیا کہ وہ خدا کی قدرتوں کو کسی ظاہری سبب کے ماتحت قاعدہ کلیہ کی پابندی میں مجبور نہ سمجھے۔ جب اس کی تصدیق اس کے دل میں بیٹھ گئی تو اب حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر فرما کر پھر ان کے ہاں قدرت خداوندی سے باپ کے بغیر بچہ ہونے کا واقعہ بیان فرمایا۔ اسی طرح دوسرے مقام پر مسیح علیہ السلام کی ولادت کے قصے سے پہلے آپ کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کو بے موسم میوے ملنے کا ذکر فرمایا جسے دیکھ کر حضرت زکریا کو جرأت ہوئی کہ جو خدا اسے بے موسم میوے دیتا ہے وہ مجھے بے وقت اولاد دینے پر بھی قادر ہے۔

اسی طرح قبلہ کی تبدیلی کا مسئلہ ہے۔ چوں کہ یہ چیز نفس پر گراں گزرنے والی تھی اس لیے اس کے حکم سے پہلے بہت سی ایسی چیزیں بیان فرمائیں جنہیں سن اور پڑھ کر دل سے اس کی قبولیت کے لیے آمادہ

بیان فرمائی، اس کے دین کی بزرگی بیان فرمائی اور اس سے منہ موڑنے والوں کی بے وقوفی کا اظہار کیا، اس کی تابعداری کی رغبت دلائی۔

الغرض ان سب باتوں کو اس لیے بیان فرمایا کہ مسلمانوں کے دل اُس نئے حکم کی تعمیل کے لیے تیار ہو جائیں جو اب انھیں ملنے والا ہے، جس میں ان کے بڑے بڑے فوائد ہیں اور جس میں بہت سی مصلحتیں ہیں۔ پھر اس امت کی فضیلت بیان فرمائی اس کا اوّل ہونا، اس کا بہتر ہونا ذکر فرمایا جس کا صاف مطلب اور تقاضا یہ ہے کہ ان کے نبی ﷺ سب نبیوں میں افضل اور بہتر ہیں۔ اسی طرح ان کی کتاب سب کتابوں میں افضل اور عمدہ ہے۔ اسی طرح ان کا دین سب دینوں سے فوقیت اور کمال رکھتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح ان کے فیصلے کا حال اور معاملہ ہے۔ ان شرعی اور قدری مناسبتوں کا ذکر فرما کر، ان حکمتوں اور مصلحتوں کو کھول کر پاک صاف، روشن اور نورانی عقول کو بالکل مائل کر دیا کہ اب خواہ کیسا ہی خلاف طبع حکم آ جائے یہ بے چون و چرا منظور کر لیں اور بال برابر بھی عذروتا مل کیے بغیر لبیک پکارا ٹھیں۔ چنانچہ اُن میں اتنا مادہ تیار کر کے انھیں حکم دیا کہ ”بیت المقدس کو چھوڑ دو اور اب کعبہ کو قبلہ بنا لو، اور نمازوں کے وقت بیت اللہ الحرام کی طرف منہ رکھو۔“

اسی طرح مفتی پر بھی ضروری ہے کہ کوئی ایسا غیر مانوس حکم سنانے سے پہلے اُن چیزوں کو بطور تمہید و مقدمہ ذکر کرے، جن سے دل اس حکم کے ماننے کی طرف مائل ہو جائے، طبیعت سے جھجک نکل جائے، وباللہ التوفیق۔

فائدہ ⑥:

مفتی اور مناظر کو اپنی تحقیق پر قسم کھانی بھی جائز ہے گو اس کی قسم سائل اور دوسرے مناظر کے نزدیک موجب ثبوت نہ بھی ہو۔ یہ صرف اس لیے ہے کہ مقابل کو معلوم ہو جائے کہ یہ چٹنگی کے ساتھ اپنی ثبوت پر ہے، خود اسے اس کی حقانیت میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

دو شخص کسی مسئلے میں الجھ رہے تھے ایک نے اپنے عقیدے پر قسم کھائی تو دوسرے نے کہا کہ آپ کی قسم سے تو میرے نزدیک یہ مسئلہ ثابت ہونے سے رہا۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے اس لیے تو قسم ہی

نہیں کھائی۔ میری قسم اس لیے ہے کہ تم یہ جان لو کہ مجھے کامل یقین اور چٹنگی ہے، تمہارے شے سے میرے عقیدے میں کوئی کمی نہیں آئی، میں مضبوطی سے اپنی تحقیق پر قائم ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے تین موقعوں پر قرآن کریم میں اپنے نبی ﷺ کو حق کی حقانیت پر قسم کھانے کا خود حکم دیا ہے۔

①..... ﴿وَيَسْتَنْبِئُونَكَ أَحَقُّ هُوَ طُغْلٌ إِيَّيْ وَدَّيْ إِنَّهُ لَحَقٌّ﴾ [یونس: ۱۰: ۵۳]

”اور لوگ تجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا یہ حق ہے؟ جواب دو کہ مجھے میرے پروردگار کی قسم یہ سراسر حق ہے۔“

②..... ﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ طُغْلٌ بَلَىٰ وَدَّيْ لَنَأْتِيَنَّكُمْ عَالِمِ الْغَيْبِ﴾ [سبا: ۳: ۳۴]

”کافر کہتے ہیں کہ قیامت آنے کی نہیں۔ تم کہہ دو کہ خدا کی قسم جو عالم الغیب ہے قیامت یقیناً آئے گی۔“

③..... ﴿ذَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ لَنْ يُبْعَثُوا طُغْلٌ بَلَىٰ وَدَّيْ لَنُبْعِثَنَّ﴾ [التغابن: ۶۴: ۷]

”کافروں کا گمان ہے کہ وہ روز قیامت دوبارہ زندہ نہیں کیے جائیں گے۔ تم کہہ دو: پروردگار کی قسم! تم یقیناً زندہ کیے جاؤ گے۔“

پس ان تینوں آیتوں میں جو دین اور دعوت و پیغام آپ ﷺ لے کر آئے تھے اس کی حقانیت پر قسمیں ہیں۔ اور تقریباً اسی (۸۰) حدیثوں میں آپ ﷺ نے اپنی دی ہوئی خبروں کی حقانیت پر قسم کھائی ہے جو صحیح اور مستند حدیثوں میں موجود ہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اپنے فتوؤں اور روایتوں میں قسم کھایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”اے ابن عباس! تم عورتوں سے متعہ کرنے کے جواز کے فتوے میں دیوانگی کی حد تک پہنچ چکے ہو، ذرا خیال سے فتوے دیا کرو۔ واللہ! خدا شاہد ہے رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔“

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانے میں اللہ تعالیٰ کی

حمد و ثنا بیان کر کے فرماتے ہیں کہ ”لوگو! اللہ کے رسول ﷺ نے تین مرتبہ متعہ کو حلال کیا اور تین ہی بار حرام فرمایا۔ سنو! خدا کی قسم! اگر مجھے معلوم ہو کہ کسی مسلمان نے متعہ کیا ہے تو میں اسے سنگ سار کر دوں گا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ میرے پاس چار گواہ پیش کرے کہ رسول اللہ ﷺ نے تیسری آخری مرتبہ کے حرام کے بعد بھی حلال کیا ہے تو اور بات ہے۔“

امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی اپنے بعض جوابوں میں قسم کھائی ہے۔ اُن سے سوال ہوا کہ متعہ کے بعد طلاق ہوگی، میراث ہوگی، خرچ ملے گا، شہادت ہوگی؟ تو انھوں نے فرمایا: واللہ! میں نہیں جانتا۔ حضرت یزید بن ہارون فرماتے ہیں جو شخص کہے کہ قرآن یا قرآن کی کچھ آیتیں مخلوق ہیں خدا کی قسم! وہ زندیق ہے۔

ایک حدیث کی روایت کے بارے میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا تو انھوں نے فرمایا: اسے کون جھٹلاتا ہے؟ خدا کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں اسے صرف زندیق لوگ غلط بتلاتے ہیں۔

حضرت امام احمد رحمہ اللہ کے قسمیہ فتوے:

حضرت امام احمد رحمہ اللہ نے بہت سے فتوے قسمیہ دیئے ہیں۔ اُن سے پوچھا جاتا ہے کہ کوئی شخص تین مرتبہ سے زیادہ بھی اعضائے وضو دھو سکتا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: ”واللہ! نہیں سوائے ان کے جو وسوسوں میں مبتلا ہیں۔“

پوچھا جاتا ہے کہ وضو میں داڑھی کا خلال کرنا چاہیے؟ فرماتے ہیں: خدا کی قسم کرنا چاہیے۔

پوچھا جاتا ہے کہ ”کیا یہ جائز ہے کہ سپہ سالار کی اجازت کے بغیر میدانِ جہاد میں دو صفوں کے درمیان کسی خاص شخص سے کوئی مقابلہ کرے، فرمایا واللہ! جائز نہیں۔“

پوچھا گیا قرآن کو مخلوق کہنے والا کافر ہے؟ فرمایا: خدا کی قسم! کافر ہے۔

سوال ہوا کہ کیا نبیذ کے بارے میں آپ کے نزدیک کوئی حدیث ثابت ہے؟ فرمایا: واللہ! ایک بھی ثابت نہیں سوائے حرمت کے۔

سوال ہوا کہ کیا سیاہ خضاب حرام ہے؟ فرمایا: واللہ حرام ہے۔ پوچھا گیا کیا بیٹا باپ کی امامت کر سکتا ہے؟ فرمایا: اللہ کی قسم! کر سکتا ہے۔

سوال ہوا کیا نماز کی حالت میں پھونک مارنا مکروہ ہے؟ جواب دیا: ہاں! اللہ کی قسم مکروہ ہے۔

سوال ہوا کیا عورت کو چٹ لیٹ کر سونا مکروہ ہے؟ جواب دیا: ہاں! اللہ کی قسم مکروہ ہے۔

سوال ہوا: کیا مسلمان اہل کتاب لونڈی سے نکاح کر سکتا ہے؟ فرمایا: واللہ نہیں کر سکتا۔

پوچھا گیا: ایک شخص اپنی لونڈی گروی رکھتا ہے پھر اس سے وطی کرتا ہے درآنحالے کہ وہ رہن ہے۔ فرمایا: اللہ کی قسم! جائز نہیں۔

پوچھا گیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا فتویٰ اور فیصلہ ہے کہ کسی شخص نے سخت پیاس کی حالت میں کسی قوم سے پانی طلب کیا، ان لوگوں نے اسے پانی نہ پلایا وہ پیاس کے مارے مر گیا تو ان لوگوں کو اس کی دیت دینی ہوگی۔ کیا آپ کا بھی یہی فتویٰ ہے؟ جواب دیا۔ ہاں اللہ کی قسم! میرا بھی یہی فتویٰ ہے۔

پوچھا جاتا ہے کہ ایک شخص کو تہمت کی حد لگائی جاتی ہے، پھر وہ اپنی بیوی پر تہمت لگائے تو کیا لعان ہوگا؟ انھوں نے فرمایا: واللہ ہوگا۔

سوال ہوا کہ کیا مالک اپنے غلام کو واجبی سزا دے سکتا ہے؟ فرمایا: خدا کی قسم دے سکتا ہے۔ ان مسائل کا ذکر قاضی ابوعلی رحمہ اللہ نے کیا ہے۔

امام صاحب کے بیٹے صالح کی روایت میں ہے کہ انھوں نے فرمایا: واللہ! مجھے اپنے بارے میں سخت مصیبت جھیلنی پڑی، میری تمنا ہے کہ خدا کرے میں اس بارے میں برابر سراہر چھوڑ دیا جاؤں، نہ مجھے ثواب ملے نہ عذاب ہو۔

ارشاد ہے: میں تو اس (خلق قرآن کے) امر میں موت کا متنبی تھا، اور اب بھی میں اس (اموال و تحائف کے) معاملے میں موت ہی کی تمنا رکھتا ہوں کہ یہی تو دنیا کا فتنہ ہے۔

سوال ہوا کہ کیا سونے کی اور لوہے کی انگوٹھی مکروہ ہے؟ فرمایا: ہاں واللہ مکروہ ہے۔

پوچھا گیا: ایک شخص اپنی بیوی کے پاس جائے اور اسے عورتوں کی خواہش نہ ہو تو کیا اسے اجر ملے گا۔ فرمایا: ہاں واللہ ملے گا۔ اسے اولاد کی تمنا ہونی چاہیے اگر اولاد کی تمنا نہ ہو تو بھی اجر ملے گا مگر اس شرط پر کہ نوجوان عورت سے صرف جسمانی لذت حاصل کرنے کی غرض نہ ہو۔ (یعنی بیوی سے تعلق خاطر اور حقیقتاً پیار محبت بھی ہو۔)

آپ سے پوچھا گیا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ مراتب صحابہ بیان کرتے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ٹھہر جاتے ہیں۔ فرمایا: واللہ لوگوں نے مجھ پر یہ جھوٹ باندھا ہے، میں نے تو انھیں بروایت حضرت ابن عمر بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ: ”ہم اصحاب رسول اللہ ﷺ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے کہتے تھے کہ ابوبکر، پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی رضی اللہ عنہ۔ حضور ﷺ کو بھی یہ بات پہنچتی تھی لیکن آپ اس کا انکار نہیں کرتے تھے، اور نہ یہ ہی فرماتے کہ ان کے بعد اور اصحاب میں فضیلت قائم نہ کرو۔“ پس جو شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ذکر پر ٹھہر جائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چوتھے نمبر پر نہ گنے وہ سنت پر نہیں ہے۔

ان سے سوال ہوا کہ کیا میدان جہاد کا قیام مکہ شریف کی رہائش سے بھی افضل ہے؟ فرمایا: ہاں قسم ہے اللہ کی

آپ سے سوال ہوا کہ جب صرف ابن اسحاق ہی کسی حدیث کا راوی ہو تو کیا ہم اسے قبول کر لیں؟ فرمایا: نہیں واللہ! میں نے اسے دیکھا ہے کہ کئی لوگوں سے حدیث روایت کرتا لیکن ایک کے کلام (روایت) کو دوسرے سے الگ نہ کرتا۔

سوال ہوا کہ نماز میں سانپ بچھو کا مارنا درست ہے؟ فرمایا: ہاں خدا کی قسم درست ہے۔

آپ کے صاحبزادے حضرت صالح نے پوچھا کہ ابا جی! کیا آپ نماز میں اونچی آواز سے آمین کہتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: ہاں خدا کی قسم! امام ہوں یا نہ ہوں ہر صورت میں۔

پوچھا اگر امام بھولے تو بتلادیا جائے؟ فرمایا: ہاں واللہ

پوچھا گیا کیا عقیقے کے بارے میں کچھ ثبوت ہے؟ فرمایا: ہاں واللہ کئی حدیثوں میں ہے کہ لڑکے کے عقیقے کی دو برابر بکریاں عمدہ قسم کی اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔

پوچھا گیا کہ کیا مردوں کے لیے تسبیح اور عورتوں کے لیے ہاتھ کی دستک ہے؟ فرمایا: ہاں واللہ

پوچھا گیا نماز کو شروع کرنے کی نیت سے تکبیر کہہ لینا کافی ہے؟ فرمایا واللہ کافی ہے جب کہ نیت ہو۔ [ابن عمر بن زید]

سوال ہوا کہ مؤذن اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں میں ڈال سکتا ہے؟ فرمایا: ہاں واللہ ڈالے۔

حضرت سفیان سے پوچھا گیا کہ ایک عورت مرگئی اس کے پیٹ میں بچہ ہے اور وہ بچہ حرکت کرتا ہے تو انھوں نے کہا کہ اس کا پیٹ چاک کر کے بچہ نکال لینے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ سن کر امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا واللہ! انھوں نے بہت برا جواب دیا۔ بار بار اس کو دہراتے رہے۔

دریافت کیا گیا کہ طلاق کے معاملے میں ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت جائز ہے؟ فرمایا: واللہ جائز نہیں۔

پوچھا گیا کہ جب مرجیہ سردار ہو فرمایا: واللہ وہ تو ظلم و جور کرے گا۔ پوچھا گیا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ قرآن کلام اللہ ہے مخلوق نہیں ہے۔ لیکن میرے یہ لفظ اس کے ساتھ مخلوق ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ جس نے یہ کہا وہ تو سارا ہی کام لایا۔ بہر حال وہ کلام اللہ ہی ہے، اس کی دلیل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ﴿الم غلبت الروم﴾ والی حدیث ہے۔ کہا گیا کہ یہ تو وہی بات ہے جو آپ کے ساتھی لائے ہیں۔ فرمایا: نہیں قسم ہے اللہ کی بلکہ وہ کلام اللہ ہے، یہ بھی اور اس کے سوا اور بھی وہ سب کلام خدا ہی ہے۔ سائل نے خود بسم اللہ پڑھ کر الحمد للہ الذی سے یعدلون (سورۃ انعام کی پہلی آیت) پڑھ کر دریافت کیا کہ یہ جو میں نے اب پڑھا کیا یہ کلام اللہ ہے؟ فرمایا: ہاں قسم ہے اللہ کی یہ کلام اللہ شریف ہے اور جو کہے کہ میرے لفظ قرآن کے ساتھ مخلوق ہیں وہ تو پورا ہی کام لایا۔

آپ سے سوال ہوا کہ شععی رحمہ اللہ سے اس شخص کے بارے میں

پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کی نذر مانی تھی تو شعی نے فتویٰ دیا کہ تو اپنی نذر پوری کر۔ کیا آپ کا یہی خیال ہے؟ فرمایا: نہیں واللہ میرا خیال یہ نہیں ہے۔

آپ نے ایک مرتبہ حضرت یحییٰ بن سعید قطان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: واللہ ہم نے ان جیسا کسی اور کو نہیں پایا۔

آپ نے جو خط مسدّد کی طرف مکہ بھیجا اس میں مذکور ہے کہ ”کسی آنکھ نے آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بہتر شخص نہیں تھا اور نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بہتر وجود کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر کسی نگاہ نے دیکھا اور نہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بہتر کوئی شخص کسی کی نگاہ سے گزرا۔ واللہ یہ چاروں خلفائے راشدین تھے جو راہ یافتہ تھے۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

جابر جعفی کی نسبت آپ سے سوال ہوا تو فرمایا: وہ شیعہ خیال کا تھا۔ پوچھا گیا کہ کیا روایت حدیث کے بارے میں اس پر جھوٹ کی تہمت ہے؟ فرمایا واللہ ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

اب اگر اعتراض کیا جائے کہ مختلف فیہ مسائل میں قسم کھا لینا امام صاحب کے نزدیک کیسے روا ہو گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اصولی مسائل میں تو سرے سے اختلاف جائز ہی نہیں، وہ تو اجماعی ہیں۔ رہے فروعی مسائل تو جب ان میں کسی کی صحت کا غالب گمان ہو گیا ہو تو بے شک اس پر قسم کھا سکتا ہے۔ اس کی مثال ایسے سمجھئے کہ ایک بیٹا اپنے باپ کے دفتر (دیوان) میں لکھا پاتا ہے کہ فلاں پر میرا تناروپہ قرض ہے تو اپنے والد کی سچائی کا غالب گمان کر کے بلا شک وہ اس رقم کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ میں (ابن قیم) کہتا ہوں اس پر قسم بھی کھا سکتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ کیا پڑوسی کا حق شفعہ ساقط کرنے کے لیے قسم کھانا منع نہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ یہاں قسم حاکم کے سامنے ہے اور نیت مقابل کی معتبر ہے نہ کہ قسم کھانے والے کی۔ میں کہتا ہوں کسی نے اس قسم سے ممانعت نہیں کی۔

بلکہ پڑوسی کا شفعہ ان کے نزدیک ایسا ہے کہ اس کا قول اس میں چل سکتا ہے، اس بارے میں بہت سی صحیح حدیثیں ہیں جو رد نہیں ہو سکتیں۔ اس لیے ان کا قول اس میں مختلف ہے، کبھی تو ثابت کیا ہے اور کبھی انکار، اور کبھی تفصیل کی ہے کہ اگر ملکیت حقوق میں شرکت ہے مثلاً راستہ پانی وغیرہ تو ثابت ہے اور اگر دونوں ان میں سے کسی چیز میں شریک نہیں تو ثابت ہی نہیں۔ ٹھیک بات بھی یہی ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں، اس سے حدیثوں میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے۔ شیخ الاسلام کا اختیار بھی یہی ہے، بصرے کے فقہاء کا مذہب بھی یہی ہے۔ وہ اس کے سوا کسی اور کا قول پسند نہیں کرتے۔

حضرت امام احمد رحمہ اللہ نے صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فتوؤں میں اور روایتوں کے بیان میں قسمیں کھائی ہیں یہ صرف اُن کی تحقیق، تاکید اور اپنے خیال کی پختگی کے بیان کے لیے ہوتی تھیں نہ کہ مدارِ ثبوت ان قسموں پر ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”قسم ہے زمین و آسمان کے رب کی کہ یہ ایسا ہی حق ہے جیسے

کہ تم بولتے چالتے ہو۔“ [الذاریت ۵۱: ۲۳]

فرمایا: ”تیرے رب کی قسم! لوگ مومن نہ ہوں گے جب تک کہ وہ اپنے تمام آپس کے اختلاف میں (اے نبی ﷺ) تجھے حاکم نہ بنالیں۔“ [النساء ۴: ۶۵]

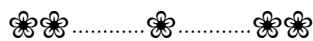
فرمان ہے: ”قسم ہے تیرے پروردگار کی ہم ان سب سے ان کے اعمال کی باز پرس یقیناً کریں گے۔“ [الحجر ۱۵: ۹۲]

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کی قسم بھی کھائی ہے: مثلاً

﴿يَس ۝ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ ۝﴾ ﴿ق وَالْقُرْآنِ

الْمَجِيدِ ۝ ص ۝ وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ ۝﴾

اسی طرح اپنی مخلوقات کی بھی جو اس کی ذات پر دلالت کرتی ہیں بہت سی آیتوں میں قسم کھائی ہے۔ [جاری ہے]



اسلامی مہینے اور ان کا تعارف ③

مولانا محمد ارشد کمال

ربیع الثانی:

یہ اسلامی سال کا چوتھا قمری مہینا ہے۔ دورِ جاہلیت میں اسے بُصَان، بُصَان اور بُصَان بھی کہا جاتا تھا۔ بعد میں ربیع الثانی اور ربیع الآخر کہا جانے لگا۔ بلکہ عرب لوگ اسے اکثر ربیع الآخر ہی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ الآخر کی خ پر ہمیشہ زبر پڑھی جاتی ہے۔ ربیع الآخر کا معنی ہے ”ربیع یعنی موسم بہار کا دوسرا مہینا“ اسے ربیع الآخر یا ربیع الثانی کہنے کے اسباب بھی بالکل وہی ہیں جو اس سے پہلے مہینے کو ربیع الاول کہنے کے تھے۔ گویا یہ اقامت کا دوسرا مہینا ہے، جیسا کہ علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

”هذه الربيع كالأول لإقامتهم فيه۔“

اس مہینے کی فضیلت میں کوئی خاص آیت یا حدیث نہیں ہے۔ تاہم رسول اللہ ﷺ ہر مہینے کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ میں نفلی روزہ رکھتے تھے، اس وجہ سے اگر اس مہینے کی ان تاریخوں میں روزے رکھے جائیں تو افضل ہے۔

جمادی الاولیٰ:

جمادی الاولیٰ اسلامی سال کا پانچواں قمری مہینا ہے۔ دورِ جاہلیت میں اسے حنین، رَبِیَّ، رَبُّ، مِلْحَان اور مَصْدِر (بروزن محسن) بھی کہا جاتا تھا۔ [تاج العروس: ۵۱۴/۱؛ ۱۷۵۹؛ القاموس المحیط: ۴۴۴/۱] اس کا تلفظ یوں ہے: جَ مضموم (ج)، دَ مفتوح (د)، یّ اور الف خاموش، الاولیٰ کا پہلا ساکن (ل)، الف مضموم (ا)، وساکن (و)، جب کہ ل پر الف مقصورہ ہے۔ (یعنی ج، مَ، دَل، اُو، لَا۔) اکثر نحو یوں کے نزدیک لفظ جمادی مؤنث استعمال ہوتا ہے۔ امام فراء

کہتے ہیں:

”کل الشهور مذكرة إلا جمادیان۔“

[الشماريخ فی علم التاريخ، ص: ۳۹]

یعنی ”سب مہینوں کے اسماء مذکر ہیں سوائے جمادی الاولیٰ اور جمادی الاخریٰ کے۔ یہ دونوں مؤنث ہیں۔“

امام فراء کے اس قول کی روشنی میں اسے جمادی الاول بولنا غلط ہوگا۔ کیوں کہ موصوف صفت میں یکسانیت لازمی ہے، اور جمادی مؤنث ہے اس لیے اس کی صفت (الاولیٰ) بھی مؤنث ہی آئے گی نہ کہ (الاول) مذکر۔ ہاں جمادی الاول بولنا اس صورت میں درست ہوگا جب اس کا موصوف شہر کو محذوف مانا جائے اور یہ ممکن ہے۔ امام فراء ہی کا قول ہے:

فلمن سمعت تذکیر جمادی فإنما یذهب به إلى

الشهر - [تاج العروس، ص: ۱۹۳۷]

یعنی ”اگر آپ نے جمادی کا ذکر استعمال ہونا سنا ہے تو یہ صرف اسی صورت میں ہے جب اسے شہر کی طرف لونا یا جائے۔“

لفظ جمادی جمد (ج، م، د) سے مشتق ہے، جیسے اور بہت سے الفاظ مثلاً: جامد، جمود، جمادات وغیرہ اسی سے مشتق ہیں۔ ایسے ہی یہ لفظ بھی اسی سے مشتق ہے۔

اس کا معنی ہے: جم جانا، خشک ہونا۔ عربی میں عَیْنُ جُمَادِی اس آنکھ کو کہا جاتا ہے جس سے آنسو نکلنا بالکل بند ہو چکے ہوں۔ جمادی کی جمع جَمَادِیَات آتی ہے جیسے حُبَارِی کی حَبَارِیَات ہے۔

علامہ سخاوی اس کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

سمى بذلك لجمود الماء فيه۔ قال: وكانت الشهور فى حسابهم لا تدور، وفى هذا نظر إذ كانت شهورهم منوطة بالأهلة، ولا بُد من دورانها فلعلهم سموه بذلك أول ما سمي عند جمود الماء فى البرد۔ [تفسير ابن كثير: ١٤٨/٩]

”جمادى الاولى کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینے میں سخت سردی کی وجہ سے پانی جم جاتا تھا۔ ان کے حساب میں مہینے گردش نہیں کرتے تھے۔ (یعنی ٹھیک ہر موسم پر ہی ہر مہینہ آتا تھا۔ جیسے ہمارے ہاں انگریزی مہینے ہیں۔) لیکن یہ بات محل نظر ہے۔ کیوں کہ جب ان مہینوں کا حساب امدار چاند پر ہے تو ظاہر ہے کہ موسمی حالت ہر ماہ اور ہر سال یکساں نہیں ہوگی۔ ہاں یہ بات ہو سکتی ہے کہ اس مہینے کا نام جس سال رکھا گیا ہو اس سال یہ مہینا کڑکڑاتے ہوئے جاڑے میں آیا ہو اور پانی میں جمود ہو گیا ہو۔“

جمادى الاخرى:

جمادى الاخرى اسلامی سال کا چھٹا قمری مہینا ہے۔ دورِ جاہلیت میں اسے رُئی اور رُنة بھی کہا جاتا تھا۔

جمادى الاخرى کی حرکات بھی جمادى الاولى کی طرح ہیں۔ یعنی ج مضموم (ج)، د مفتوح (ذ)، ی اور الف خاموش، ل ساکن (ل)، الف مضموم (ا)، خ ساکن (خ)۔ جب کہ ر پر الف مقصورہ ہے۔ (ج، ما، ذل، اُخ، را)

جمادى الاخرى کو جمادى الآخرة، جمادى الثانی بھی کہا جاتا ہے۔ [فیروز اللغات: ۴۹۷]

جمادى الاولى اور جمادى الاخرى دونوں کو جمادیان کہا جاتا ہے۔ علامہ سخاوی فرماتے ہیں:

هذه الجمادى كالاول لجمود الماء فيه۔

یعنی جمادى الاخرى کی وجہ تسمیہ بھی وہی ہے جو جمادى الاولى کی تھی۔ گویا یہ پانی جم جانے کا دوسرا اور آخری مہینا ہے۔ یعنی جب اس

مہینے کا نام رکھا گیا تھا اس وقت موسم کا آخر تھا جس میں پانی جمنا تھا۔ اس وجہ سے اسے پانی جم جانے کا آخری یا دوسرا مہینا کہا گیا۔

یاد رہے کہ جمادى کے مذکورہ دونوں مہینوں کے متعلق کوئی خاص فضیلت کتاب و سنت میں وارد نہیں ہوئی۔ البتہ رسول اللہ ﷺ کا دستور تھا کہ ہر ماہ کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ کو روزہ رکھتے ہیں۔ لہذا ان ہر دو مہینوں کی ان تاریخوں میں روزہ رکھنا ثواب و سنت سے خالی نہیں۔

رجب المرجب:

اسلامی سال کا ساتواں قمری مہینا رجب المرجب ہے اس کا تلفظ یوں ہے: ر اور ج دونوں مفتوح ہیں یعنی رَجَب۔ یہ اسم مشتق ہے اور ہمیشہ مذکر ہی استعمال ہوتا ہے۔

لفظ رجب تر جیب سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: تعظیم کرنا، عربی میں محاورہ بولا جاتا ہے: رَجَبْتُ هَذَا الشَّهْرَ یعنی میں نے اس مہینے کی تعظیم کی، اس کی جمع اَرَجَاب، رَجَاب، رُجُوب اور رَجَبَات ہے۔

الرَّجَب اسم مفعول بمعنی معظم یہاں یہ رجب کی صفت واقع ہوا ہے۔ لہذا رجب المرجب کا معنی یہ بنا: واجب التعظیم یعنی انتہائی تعظیم و تکریم والا مہینا۔

چوں کہ عرب لوگ اسے انتہائی واجب التعظیم سمجھا کرتے تھے اس لیے اسے رجب کہا گیا۔ علامہ رافعی لکھتے ہیں:

سمى به لأنهم كانوا يعظمونه ولا يستحلون فيه القتال، والجمع ارجاب، وربما ضموا اليه شعبان وسموهما رجبين۔ [التدوين: ۱۶۵/۱]

”رجب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ عرب لوگ اس مہینے کی تعظیم کیا کرتے تھے اور اس میں لڑنا حرام سمجھتے تھے، رجب کی جمع ارجاب ہے، بسا اوقات ماہ شعبان کو اس کے ساتھ ملائے ہوئے دونوں کو ”رجبین“ بھی کہتے تھے۔“

رجب المرجب کے دوسرے نام: ① رجب مضر: سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الزَّيْمَانَ قَدْ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ

وَالْأَرْضَ، السَّنَةَ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ: ذُو الْقَعْدَةِ، وَذُو الْحِجَّةِ، وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ، الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ» [بخاری، کتاب بدہ

الخلق، باب ما جاء فی سبع ارضین، رقم: ۳۱۹۷]

”بے شک زمانہ پھر اپنی اسی ہیئت پر آ گیا ہے جس پر اللہ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا تھا، سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ تین لگاتار یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم جب کہ چوتھا رجب مضر ہے جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔“

اس حدیث میں رجب کو ”رجب مضر“ کہا گیا ہے۔ مضر دراصل عربوں میں ایک قبیلہ تھا جس کے لوگ دوسروں کی بہ نسبت اس مہینے کی تعظیم و تکریم میں نہایت مبالغہ کرتے تھے۔ اس لیے اس کی نسبت ان کی طرف کرتے ہوئے اسے ”رجب مضر“ کا نام دیا۔

②..... شہر الاصم: اصم کا معنی ہے بہرا، رجب کو اصم اس لیے کہا جاتا تھا کہ اس مہینے میں نہ قتل و غارت کی آواز آتی، نہ ہتھیاروں کی جھکا رسنائی دیتی اور نہ کوئی فریادی شور ہی مچاتا تھا۔

[مصباح اللغات، ص: ۲۷۹۔ المنجد عربی، ص: ۴۳۴]

③..... شہر اصب: رجب کو اصب اس لیے کہا جاتا ہے کہ ”صب“ پانی بہانے کو کہتے ہیں۔ اصب یعنی خوب پانی کی طرح رحمت بہانے والا۔ وہ لوگ کہا کرتے تھے کہ اس مہینے میں بندوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت خوب برستی ہے۔

④..... مُنْصِلُ الْأَسْنَةِ: یعنی نیزوں سے ان کے پر ہٹا دینے والا، ماہ رجب میں لوگ اس کی حرمت کی وجہ سے اپنے نیزوں سے ان کے پر نکال کر محفوظ جگہ رکھ دیتے تھے۔ اسی طرح تیروں، تلواروں کو ترکشوں اور نیاموں میں ڈال لیتے تھے۔

جناب ابورجاء عطار دی بیان کرتے ہیں کہ ہم پہلے پتھر کی پوجا

کرتے تھے اور اگر کوئی پتھر ہمیں اس سے اچھا مل جاتا تو پہلے کو پھینک دیتے اور دوسرے کی پوجا شروع کر دیتے، اگر ہمیں پتھر نہ ملتا تو مٹی کا ایک ٹیلہ بنا لیتے اور بکری لاکر اس پر دوپتے پھر اس ٹیلے کے گرد طواف کرتے۔ جب رجب کا مہینا آ جاتا تو ہم کہتے: مُنْصِلُ الْأَسْنَةِ یعنی نیزوں سے ان کے پر ہٹا دینے والا مہینہ ہے۔ چنانچہ ہمارے پاس لوہے سے بنے ہوئے جتنے بھی نیزے یا تیر ہوتے ہم رجب کے مہینے میں انھیں اپنے سے دور رکھتے اور انھیں کسی طرف پھینک دیتے۔

[بخاری، کتاب المغازی، باب وفد بنی حنیفہ، رقم: ۴۳۷۶]

مطلب یہ کہ جب رجب کا مہینا آتا تو وہ لوگ اس کی حرمت اور بزرگی کی وجہ سے اس کے احترام میں اپنے ہر طرح کے لوہے کے ہتھیار اتار کر رکھ دیتے تھے۔ جنگیں موقوف ہو جایا کرتی تھیں، کوئی کسی کو کچھ نہ کہتا اسی بنا پر اس مہینے کو منصل الاسنہ کہا جاتا۔

⑤..... شہر رجم: رجب کو ماہ رجم بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی اس مہینے میں شیطانوں پر کثرت سے انگارے برسائے جاتے ہیں تاکہ وہ اس میں مومنوں کو ایذا نہ پہنچائیں۔

⑥..... شہر الحرام: ماہ رجب حرمت والے چار مہینوں میں سے ایک ہے اس لیے اسے شہر الحرام یعنی حرمت والا مہینہ بھی کہا جاتا ہے۔

⑦..... شہر حرم: حرام اسے کہتے ہیں جس کی عزت کی جائے۔ ماہ رجب کو ماہ حرم اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی حرمت زمانہ قدیم سے چلی آ رہی ہے۔

⑧..... شہر مقیم: مقیم کا معنی ہے برقرار رہنے والا۔ اسے ماہ مقیم کہنے کی وجہ بھی یہ ہے کہ اس کی حرمت برقرار اور قائم و دائم ہے۔

⑨..... شہر معلی: معلی کا معنی ہے بلند کیا ہوا، تو ماہ رجب کو معلی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ عربوں کے ہاں یہ مہینہ بلند رتبے والا تھا۔

⑩..... شہر فرد: رجب کو فرد اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ حرمت والے مہینوں سے الگ ہے۔

⑪.....شہر سابق: رجب کو ”ماہ سابق“ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کیوں کہ یہ حرمت والے مہینوں میں سب سے پہلے ہے۔

⑫.....شہر العتیرة: عتیرة اس جانور کو کہا جاتا ہے جسے دور جاہلیت میں لوگ رجب کے مہینے میں بتوں کے نام پر ذبح کیا کرتے تھے۔ تو ماہ رجب کو شہر العتیرة یعنی ماہ عتیرہ کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس میں وہ لوگ بتوں کے نام پر خصوصی طور پر جانور ذبح کیا کرتے تھے۔

⑬.....شہر مضر: صحیح مسلم میں سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک لمبی حدیث میں ماہ رجب کو ”شہر مضر“ بھی کہا گیا ہے۔ [مسلم، کتاب القسامة، باب تغلیظ تحریم الدماء والاعراض.....، رقم: ۴۳۸۳] رجب کو شہر مضر کہنے کی وجہ بالکل وہی ہے جو اوپر رجب مضر کی گزری ہے۔

⑭.....شہر مُطَهَّر: مطہر کا معنی ہے پاک کرنے والا، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”رجب کو مطہر اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ روزے داروں کو گناہوں اور تمام برائیوں سے پاک صاف کر دیتا ہے۔“

[غنیۃ الطالبین: ۱/۳۳۵] علمائے کرام نے اس کے علاوہ بھی ماہ رجب کے اور بہت سے نام بیان کیے ہیں، مثلاً: منصل الآل، منزع الاسنة، مبری، معشعش، شہر اللہ، منفس، ہرم، مقشش وغیرہ۔ [دیکھیں تبیین العجب بما ورد فی فضل رجب، ص: ۶۹، ۷۰۔ لطائف المعارف، ص: ۱۲۲] ماہ رجب کی فضیلت: ماہ رجب کے متعلق قرآن و سنت سے صرف یہی بات ثابت ہے کہ یہ حرمت والا مہینا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں مخصوص روزوں کے فضائل، زکوٰۃ کی فضیلت اور مختلف نمازوں کے متعلق جو روایات بیان کی جاتی ہیں، ہمارے علم کے مطابق ان میں سے کوئی ایک بھی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

لم یرد فی فضل شہر رجب ولا فی صیامہ ولا فی

صیام شیء منہ معین ولا فی قیام لیلة مخصوصة
فیہ حدیث صحیح یصلح للحجة۔

[تبیین العجب: ۷۱]

یعنی ”ماہ رجب کی فضیلت، اس کے مخصوص روزوں اور مخصوص راتوں کے قیام کے متعلق کوئی ایسی صحیح حدیث نہیں جو حجت کے قابل ہو۔“ [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ”فضائل شہر رجب و تبیین العجب بما ورد فی فضل رجب“ تحقیق: الاستاذ علامہ ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ]

ماہ رجب اور رسم عتیرہ: امام نووی فرماتے ہیں:

والعتیرة ذبیحة کانوا یدبحونها فی العشر الاول
من رجب ویسمونها الرجبية ایضاً، واتفق العلماء
على تفسیر العتیرة - [مسلم مع شرح النووي: ۱۵۹/۲] یعنی ”عتیرہ اس جانور کو کہتے ہیں جسے رجب کے پہلے عشرے میں ذبح کیا جاتا تھا اس کو رجبية بھی کہا جاتا تھا، عتیرہ کی اس تفسیر پر علماء کا اتفاق ہے۔“
امام ابوداؤد فرماتے ہیں:

والعتیرة فی العشر الاول من رجب۔

[ابوداؤد، کتاب الضحایا، باب فی العتیرة]

یعنی عتیرہ وہ جانور ہے جسے مشرکین رجب کے پہلے دس دنوں میں ذبح کیا کرتے تھے۔

معلوم ہوا کہ عتیرہ اس جانور کو کہا جاتا ہے جسے مشرکین ماہ رجب کے پہلے دس دنوں میں اپنے بتوں کے نام پر ذبح کیا کرتے تھے۔ اسی رسم کا نام ”رجبية“ بھی تھا۔

اسلام نے ایسی تمام غلط رسوم کو جن کا تعلق شرک سے تھا یکسر ختم کر دیا۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا فَرْعَ وَلَا عَتِيرَةَ» [بخاری، کتاب العقیقة، باب

الفرع، رقم: ۵۴۷۳]

یعنی ”اسلام میں نہ فرع (جائز) ہے اور نہ ہی عتیرہ۔“

عتیرہ کی تفسیر اوپر بیان ہو چکی ہے جب کہ فرع وہ اونٹ، بکری وغیرہ کا پہلا بچہ جسے زمانہ جاہلیت میں عرب لوگ اپنے معبودوں کے نام پر تقرب کے لیے ذبح کیا کرتے تھے۔ [القاموس الوحید، ص: ۱۲۳۳]

شرح صحیح بخاری مولانا داؤد راز رحمہ اللہ مذکورہ حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: ”یوں اللہ کے لیے صدقہ، خیرات، قربانی ہر وقت جائز ہے مگر ذی الحجہ کے علاوہ کسی اور مہینہ کی قید لگا کر کوئی قربانی یا خیرات کرنا، ایسے کاموں کی اسلام میں کوئی اصل نہیں ہے۔ جیسے ایصالِ ثواب میت کے لیے جائز ہے مگر تیجہ، وہم یا چہلم کی تخصیص ناجائز اور بدعت ہے جس کی کوئی اصل شریعت میں نہیں ہے۔“ [بخاری مترجم: ۱۷۱/۷]

سیدنا پیشہ ہندی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم جاہلیت میں بتوں کے نام پر رجب کے مہینے میں جانور ذبح کیا کرتے تھے تو آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

«ادْبَحُوا لِلَّهِ عَزَّوَجَلَّ فِي أَيِّ شَهْرٍ مَا كَانَ، وَبَرُّوا

اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ، وَأَطِيعُوا» [نسائی، کتاب الفرع

والعتیرہ، باب تفسیر الفرع، رقم: ۴۲۳۲۔ ابوداؤد، رقم:

۲۸۳۰۔ قال البانی: صحیح]

”اللہ ہی کے لیے جانور ذبح کرو جس مہینے میں بھی ہو سکے اور اللہ تعالیٰ کے لیے نیکی کرو اور کھلایا کرو۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان کے پاس جب بھی استطاعت ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نام پر اس کی رضامندی کے لیے جانور ذبح کرے۔ مہینے کی کوئی قید نہیں، خواہ رجب ہو یا کوئی اور دوسرا مہینہ۔

ماہ رجب اور کوئٹوں کی بدعت: اسلام ایک مکمل، کامل اور اکمل دین ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ دین کامل اس کے بندوں تک من وعن پہنچا دیا ہے۔ آپ نے نہ کسی چیز کو چھپایا اور نہ اسے آگے پہنچانے میں کسی قسم کی سستی یا نعوذ باللہ کمی و بیشی ہی کی۔ بلکہ ہر وہ کام اور طریقہ جو قرب الہی کا ذریعہ ہو سکتا تھا اور جس میں اس کی رضا تھی اس کی جانب ہماری راہنمائی فرمائی اور ہر ایسے

کام سے امت کو آگاہ فرمایا جو قرہ الہی کا سبب بن سکتا تھا۔

ہمارے ہاں جہاں اور بے شمار قسم کی بدعات و خرافات پائی جاتی ہیں اسی طرح اسلامی مہینوں کے متعلق بھی ان بدعات و خرافات کی بھرمار ہے۔ ہر مہینے کے متعلق لوگوں نے طرح طرح کی بدعات ایجاد کر رکھی ہیں۔ انھی بدعات میں سے ایک بدعت ماہ رجب کے کوئٹوں کی ہے جسے امام جعفر رحمہ اللہ کے کوئٹوں سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

کوئٹے دراصل ۲۱ رجب کو بوقت شام گھی، شکر، میدہ اور دودھ وغیرہ ان سب چیزوں کو ایک مخصوص مقدار میں ملا کر ٹکیاں پکائی جاتی ہیں۔ پھر اس پر امام جعفر کی فاتحہ ہوتی ہے اور ۲۲ رجب کی صبح اپنے عزیز و اقارب کو بلا کر کھلائی جاتی ہیں۔

کچھ عرصہ پہلے تک تو یہی سننے میں آتا رہا کہ ان ٹکیوں یعنی کوئٹوں کا گھروں سے باہر لے جایا جانا جائز نہیں۔ تاہم اب چند سالوں سے اس کے جواز یعنی گھر سے باہر لے جایا جانا بھی درست بتایا جاتا ہے۔

ماہ رجب کے ان کوئٹوں کے متعلق مولانا تفضیل احمد ضیغم رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

”کوئٹے بھرنے کا پورے احادیث کے ذخیرہ میں کہیں بھی ثبوت نہیں ملتا۔ نہ ان کی بنیاد قرآن پاک کے کسی حکم پر ہے، نہ پیارے رسول ﷺ کے کسی فرمان پر، اور نہ ہی آپ کی پاکیزہ زندگی سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔ کتب فقہ میں بھی اس کا ذکر نہیں بلکہ اس کی بنیاد ایک گمراہ کن فرضی داستان پر ہے جو داستان عجیب کے نام سے مشہور ہے اور اسے امامیہ مسلک کے ایک شیعہ افسانہ نگار نے بطور مثنوی نظم کے لکھا ہے اور اسے حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی کرامت قرار دیا، کوئٹوں کی رسم بدکا تعلق بھی شیعہ سے ہے۔

لیکن اس داستان عجیب کو اس طرح مذہبی رنگ میں پیش کیا گیا ہے کہ آہستہ آہستہ دوسرے ممالک کے لوگوں میں بھی پھیل گئی۔ لیکن اب وائے اس اندھی عقیدت پر کہ حقیقت سے آنکھ

کو بند کر لیا گیا بلکہ حقیقت خرافات میں کھو گئی۔“

[اسلامی مہینے اور مرتبہ بدعات، ص: ۸۹، ۹۰]

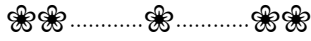
رجب کے ان کوئٹوں کا پس منظر بیان کرتے ہوئے مولانا روح اللہ رقم طراز ہیں:

”۲۲ رجب ۶۰ھ کو امیر المومنین، امام المتقین، خال المسلمین، مکرم کاتب وحی رسول اللہ ﷺ کے خالص معتمد اور عصائے اسلام حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اسلام اور مسلمانوں کی پچاس سال تک خدمت کرنے کے بعد وفات پائی تھی۔ روافض جس طرح امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خوشی میں ان کے مجوسی قاتل ابولؤلؤ فیروز کو بابا شجاع کہہ کر عید مناتے ہیں اسی طرح وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی رحلت کی خوشی میں ۲۲ رجب کو یہ تقریب مناتے ہیں۔ لیکن

پردہ پوشی کے لیے ایک روایت گھڑ کر حضرت جعفر بن محمد کی طرف منسوب کر دی ہے تاکہ راز فاش ہونے سے رہ جائے اور دشمنان معاویہ چپکے سے ایک دوسرے کے یہاں بیٹھ کر یہ شرینی کھالیں اور یوں اپنی یہ خوشی ایک دوسرے پر ظاہر کریں۔ ان کی تقیہ سازی اور اس پُر فریب طریقہ کار سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی نیاز کی دعوت میں کئی سادہ لوح، توہم پرست اور ضعیف الاعتقاد مسلمان بھی لاعلمی کی وجہ سے شریک ہو جاتے ہیں۔

خبردار! کوئٹے بھرنا زمانہ حال ہی کی ہندوستانی ایجاد ہے۔ لہذا اس گمراہی سے بچنا ہر مسلمان پر فرض ہے کیوں کہ یہ ایک صحابی رسول ﷺ اور کاتب وحی کے دشمنوں کی تقریب ہے۔“

[اسلامی مہینوں کے فضائل و احکام، ص: ۱۵۷]



مسائل حقہ پر مشتمل سات اشتہارات کا مکمل سیٹ مفت منگوائیں

اور فریم کروا کر مساجد و مراکز میں آویزاں کریں

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور کی طرف سے مسائل حقہ پر مشتمل مندرجہ ذیل سات اشتہارات کا مکمل سیٹ بالکل مفت منگوائیں اور اپنے اپنے زیر انتظام مساجد و مراکز میں فریم کروا کر آویزاں کریں۔

- (۱)..... کیا اللہ کے سوا کوئی اور مشکل حل کرنے پر قادر ہے؟ ایک سوال کی دس شکلیں! (۲)..... اہمیت نماز اور بے نماز کا انجام!
- (۳)..... نماز میں پاؤں سے پاؤں ملانے اور سینے پر ہاتھ باندھنے کا ثبوت! (۴)..... نماز روزہ کے دائمی اوقات!
- (۵)..... سورۃ فاتحہ خلف الامام! (۶)..... آمین بالجہر کا ثبوت! (۷)..... اثبات رفع الیدین!

مذکورہ تمام اشتہارات کا مکمل سیٹ فریم کروا کر آویزاں کرنے کا تحریری وعدہ آنے پر مکمل سیٹ فوراً بھیج دیا جائے گا۔

ڈاک خرچ بھی ادارہ خود برداشت کرے گا، ان شاء اللہ

محمد یسین راہی، مدیر ادارہ تبلیغ اسلام جام پور، ضلع راجن پور۔ پنجاب پاکستان۔

فون: 0604-567218۔ موبائل: 0333-8556473

☆ خلافت موحّدین

تاریخی اہمیت کی حامل ایک قدیم اور نادر کتاب کا تعارف

انتخاب: مولانا عمر فاروق السعدی (نیکانہ)

رکن بورڈ آف سٹڈیز و بورڈ آف ایگزامینرز مدراس و میسور
یونیورسٹی
ممتحن السنہ مشرقیہ مدراس و میسور
رکن ٹیکسٹ بک کمیٹی مدراس۔
مطبوعہ مدراس ڈیویژن پریس مدراس۔ سنہ ۱۹۲۲ء عیسوی۔
کتاب اس دور میں شروع ہونے والے ٹائپ کے انداز میں طبع
ہوئی ہے۔

قابل احترام مترجم نے دیباچہ میں علم تاریخ کی اہمیت، لوگوں کی
اس سے بے اعتنائی، تاریخی شخصیات کا صفاتِ حسنہ سے موصوف ہونے
کے ساتھ ساتھ بعض تفصیلات کا مرتکب ہونا، ان کی تفصیلات کے معاملے
میں ہمارا فکر اور طرزِ عمل کیا ہونا چاہیے؟ اصل عربی کتب تاریخ کے ترجمہ
کی ضرورت و اہمیت، مصنف کتاب علامہ مراکشی کا ایمالی تعارف، فن
ترجمہ کے متعلق کئی اہم نکات اور ان کے علاوہ بہت سی مفید باتیں ذکر
کی ہیں۔

راقم نے پسند کیا کہ مؤقر مجلہ الاعتصام کے قارئین بامکین کی
خدمت میں اس کتاب کا دیباچہ، من و عن پیش کر دیا جائے، جس میں کہ
اہل ذوق کی تسکین کا بہت سامان موجود ہے۔ وھو ہذا

الحمد لله الذي حكم على الاعمار بالاجال،
وتفرد بالعظمة والبقاء والجلال، وعلا ان يكون له
نظير او امثال۔ وصلى الله على سيدنا ونبينا محمد

مراکش اور اندلس (مرحوم) وہ مبارک سرزمین ہے جہاں
صدیوں اسلام اور مسلمانوں کے پھیرے لہراتے رہے ہیں۔ ہمیشہ
سے ضرورت رہی ہے کہ طلبہ علم بالخصوص علوم اسلامیہ کے مختص،
اصحاب مسند تریس اور صاحبانِ منبر و محراب اپنی تاریخ اسلام کو دقیق نظر
سے پڑھیں اور نسل نو تک پہنچائیں، شاید کسی کو ہوش اور جوش آئے اور وہ
اپنی عظمت رفتہ کو آواز دے سکے۔

ہمیں اپنے والد گرامی حضرت مولانا عبدالعزیز سعیدی رحمہ اللہ کے
ورشہ میں سے جو کتب میسر آئی ہیں، اس پر ہم ان کے لیے سراپا دعائیں کہ
اللہ عزوجل انھیں اس احسان کا بدلہ اپنی شان کے مطابق عطا فرمائے۔
ہمیں ان کی تمناؤں کا مصداق بنادے اور اس نعمتِ عظمیٰ کو ان کی نسل میں
محفوظ رکھے، آمین۔

”خلافت موحّدین“ علامہ ابو محمد عبدالواحد تہمی مراکشی کی تصنیف
”المعجب فی تلخیص اخبار المغرب“ کا اردو ترجمہ ہے جو سن
۱۹۲۲ء میں مدراس میں طبع ہوا۔ (اس کے بعد اس کی طباعت کا راقم کو علم
نہیں ہے) اس کے مترجم محترم کا تعارف کتاب کے صفحہ اوّل پر اس
طرح سے ہے:

”مولوی محمد نعیم الرحمن صاحب

ایم، اے۔ ایچ، پی، ایم، آر، اے، ایس فیلو مدراس یونیورسٹی۔
پروفیسر عربی گورنمنٹ محمدن کالج مدراس۔ صدر بورڈ آف
ایگزامینرز السنہ مشرقیہ، مدراس یونیورسٹی

☆..... اس حکومت کو علامہ ذہبیؒ نے ”الطلبہ اور الحفاظ“ کے نام سے ذکر کیا ہے جسے ہم ”حکومت طالبان“ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ شاید اسے ہی کہتے ہیں ”تاریخ اپنے آپ کو
دہراتی ہے۔“ اس حکومت کا مختصر تعارف گزشتہ شمارے میں پیش کیا جا چکا ہے۔

المبعوث لتبيين الحرام من الحلال، والمخصوص
من بين كافة الخلق بالفضل والكمال، والمحبو
بأوضح برهان وأفصح مقال؛ وعلى آله خير آل؛
وعلى صحابته ذوي التأييد والافضل، صلاة تدوم
علي مَرَّ الايام والليال۔ وبعد:

جی تو یہ چاہتا ہے کہ اپنا زمانہ، اور خصوصاً برادران اسلام، سے
تاریخ اسلامیہ کی طرف قلت اعتناء بلکہ عدم توجہ کی شکایت سے اس
دیباچہ کا افتتاح کروں۔ مگر خوف ہوتا ہے کہ قارئین کرام کی طبائع کو
ناگوار گزرے گا، اور یہ خیال ہوگا کہ اردو میں تاریخ اسلام پر جو کتاب نکلتی
ہے اس کا آغاز ضرور اس نوع کی تلخ کلامی سے ہوتا ہے، آخر کوئی کہاں
تک سنے۔ میرے خیال میں یہ امر تا جحدے بجا بھی ہے۔ لہذا قلم کو
روک کر بجائے شکوہ کے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں مدعی اسلام ہوں، قنوط
من رحمۃ اللہ نہیں، بلکہ قنوف الی اللہ میرا شیوہ ہے۔ اسی بنا پر میں اس
چھوٹی سی کتاب کو قارئین کے ہاتھوں میں دیتے ہوئے یہ امید کر رہا ہوں
کہ وہ اس کی قدر فرما کر مجھے معزز فرمائیں گے۔ ممکن ہے کہ ان اوراق
میں کوئی صفحہ، کوئی عبارت، کوئی جملہ، یا کوئی لفظ واحد ان کے لیے مفید
مطلب ہو، اور ان کی حیات طولانی میں، اگر ہمیشہ اور ہر وقت کے لیے
نہیں تو شاید ایک لمحہ کے لیے ہی کارآمد ثابت ہو، اور وہ تمام ہستیاں، جن
کے اجسام نہیں بلکہ اسماء ان اوراق میں مدفون اور بہ نخواستہ

جمال ذی الارض کانوا فی الحیاة وھم
بعْد الممات جمالُ الکُتُبِ والسیر
”یہ لوگ اپنی زندگی میں زمین کی زینت تھے اور اب وفات
کے بعد کتابوں اور سیر و سوانح کا جمال ہیں۔“ [سعیدی]

ان کی زیب و زینت کا باعث ہیں، ان کی روشن دماغی اور عالی
ظرفی میں کچھ اور اضافہ کر سکیں۔ میں مانتا ہوں کہ وہ تمام صاحبان اسماء
صرف صفات حسنہ ہی کے جامع نہ تھے۔ مجھے تسلیم ہے کہ ان میں
خرابیاں بھی تھیں، اور یہ کہ ان کی حیات کے بعض اوقات وکوائف ہماری
تعریف و توصیف کے مستحق نہیں ہیں۔ گو وہ مسلم تھے، گو وہ مومن تھے، گو
وہ ہدایت کے سرچشمہ سرمدی سے سیراب اور منبع نور حقیقی ہی سے مستنیر

تھے، مگر آخر انسان تھے۔ اور اس لحاظ سے ”ظلوم و جہول“ کا خطاب شاید
ان پر بھی عائد ہو سکتا تھا۔ ان سے لغزشیں ہوئی ہوں گی۔ انھوں نے کہیں
کہیں ٹھوکریں بھی کھائی ہوں گی (اور ممکن ہے کہ کبھی کبھی ان ہی ٹھوکروں
کی بدولت ان کی آنکھیں کھل گئی ہوں اور وہ صاف اور سیدھے
راستے پر پہنچ گئے ہوں)۔ انھوں نے غلطیاں بھی کی ہوں گی، اور
ہماری طرح چڑیوں کے کھیت چگ جانے کے بعد پچھتائے بھی ہوں
گے۔ انھوں نے وہ کام بھی کیے ہوں گے، جو ان کے (اور پھر شاید خود
ہمارے) حق میں زہر کا کام کر گئے۔ سب بجا، سب مسلم ہے۔ مگر مجھے
کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام ہستیاں میرے سامنے کھڑی ہیں۔
ان کے نیک اور پاک سیرت افراد مجھے آگے بڑھنے کا راستہ بتا رہے
ہیں، اور کہہ رہے ہیں کہ ”راستہ صاف، سیدھا اور آسان ہے؛ چلے
جاؤ۔“ اور ان کے وہ افراد، جنہیں ہم ”ظلوم و جہول“ کے خطاب کے
خاص مستحقین میں سے تصور کرتے اور کڑے تیوروں سے دیکھتے ہیں،
میری طرف ہاتھ بڑھا کر بہ لجاجت معافی مانگ رہے ہیں اور ان
کے چہرے کہہ رہے ہیں کہ

”من نہ کردم ، شما حذر بکنید
”میں تو نہیں کر سکا تم محتاط رہنا۔“
لہذا آئیے! ہم

①..... ان کے نیک و پاک افراد کی مشعلوں سے اپنی شمعوں کو
روشن کر لیں اور آگے بڑھیں۔ اور میں محسوس کر رہا ہوں کہ ہم راہِ
راست ہی کی طرف مہندی ہوں گے۔ آپ یقین رکھئے کہ ہم بھٹکنے نہ
پائیں گے۔

﴿بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرَہَا وَمُزْسَہَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾
”اللہ کے نام سے ہے اس کا چلنا اور اس کا رکنا بلاشبہ میرا رب
بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔“

②..... ان کے خطا کاران..... (میرا قلم ان کی شان میں یہ لفظ
استعمال کرتے ہوئے رکتا ہے۔ واللہ، وہ حضرات باوصف اپنی خطاؤں
کے ہم سے بدرجہا بہتر تھے)..... کو ”فاصفح الصفح الجمیل“
”آپ ان سے درگزر کیجیے، عمدہ درگزر کرنا“ کے فرمان الہی پر عمل پیرا

ہوتے ہوئے نگاہ لطف و رحم سے دیکھیں، ان کو معاف کر دیں،
(آپ کو یاد نہیں کہ ہم نے اپنے جانی دشمنوں کو معاف کیا ہے؟ تو کیا ہم اپنے بھائیوں کو معاف نہیں کر سکتے؟)..... خود کو نعمائے الہی کا مہبط و مورد بنالیں، اور ان کی خطاؤں سے عبرت حاصل کرتے ہوئے اپنے اعمال و افعال اور حرکات و سکنات کی اصلاح کریں، تاکہ

ان ہر دو اصنافِ اسلاف کے اقتضاء و اہتداء سے ہمارا راستہ صاف و واضح، اور ہماری خطائیں اور لغزشیں موہوم اور ناپید ہو جائیں، اور ہم اس مقصدِ استی اور اس مرادِ اعلیٰ کی طرف ترقی کر سکیں، جو نیابت اللہ فی الارض یا خلافت اللہ فی الارض ☆ کے لقب سے ملقب ہے: ہاں وہی کہ جس کو قبول کرنے سے ارض و سماء تک گھبرا اٹھے تھے اور کانوں پر ہاتھ دھر کے الگ ہو گئے تھے، اور انسان نے، ہم نے، اسے قبول کر لیا تھا! اے کاش کہ ہم اس امانت کو پورا کرتے! مجھے یاد پڑتا ہے کہ ہم نے اسے کسی حد تک ضرور پورا کیا تھا۔ آئیے، ان اور ان کے مثل دیگر اوراقِ تاریخی سے استمداد کر کے پھر ایک مرتبہ کوشش کریں۔ محنت شرط ہے۔ اجر نیک کا ضامن خدا ہے۔ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ!!

میں پھر دہراتا ہوں کہ اگر اس کتاب سے کسی پڑھنے والے کے علم میں اضافہ ہو (خواہ وہ کیسا ہی حقیر کیوں نہ ہو) یا اس کا دماغ ایک انتشارِ صحیح اور ایک جذبِ و قی کی کیفیت سے متکلیف ہو جائے، تو میں سمجھوں گا کہ میری اس تمام دماغ سوزی کا اجر مل گیا، جو آج کئی صدیوں کے بعد ایک ہی مضمون کو دوسرے رنگ میں اسلام کی برادری کے ایک دوسرے حصے کے سامنے پیش کرنے کے لیے برداشت کی گئی ہے۔ اس کی کامیابی کی کفالت میں نے خدا ہی کے سپرد کر دی ہے۔ هُوَ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ

نہ میں مؤرخ ہوں، نہ ایسا دعویٰ کرتا ہوں، نہ کر سکتا ہوں۔ میرے خیال میں (جس کے ناقص یا کامل ہونے کا فیصلہ قارئینِ کرام ہی بہتر کر سکتے ہیں) تاریخِ اسلامیہ کو مسلمانانِ ہند کے سامنے پیش کرنے کے لیے اصلی عربی ادبیات ہی میں اتنا ذخیرہ موجود ہے کہ ان کے تراجم کے

ذریعے سے جس قدر جلد اور بہ آسانی یہ کام انجام پا سکتا ہے اتنا اصلی تالیفات سے نہیں ہو سکتا۔ حاشا وکلا کہ اس قول سے میری یہ مراد نہیں ہے کہ اسلامی تاریخ کے متعلق تالیفات کو یک قلم موقوف کر دینا چاہیے۔ بلکہ یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ عربی کتبِ تاریخیہ کا براہِ راست ترجمہ کے ذریعے سے اردو دانان و اردو خوانان کے مطالعہ اور استفادہ کے لیے پیش نہ کرنا ایک علمی جرم کا ارتکاب، انجماد دماغ کا ثبوت، مؤرخین و مصنفینِ صلیٰ کی ناقدر شناسی، اور (گستاخیِ معاف) خود ہماری وسعتِ نظر کی قلت اور عدمِ لیاقت پر ایک برہانِ قاطع ہے۔ میں نے یہ کتاب خود تالیف نہیں کی ہے، بلکہ علامہ الشیخ الفقیہ الحافظ المتقن الواعظ المفسن محی الدین ابو محمد عبد الواحد بن علی التمیمی المراكشي کی عربی کتاب ”المعجب فی تلخیص اخبار المغرب“ کو زبانِ اردو کا جامہ پہنایا ہے۔ تقریباً پچھتر سال کا واقعہ ہے کہ ڈاکٹر آر، بی، اے دوزی نے لائڈن کے کتب خانے میں اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ پایا اور اس کمالِ محنت و مشقت کے ساتھ، جو یورپ کے علمائے عربیہ کا بالعموم اور ڈاکٹر دوزی کا بالخصوص خاصہ ہے، انھوں نے اسے فروری سنہ ۱۸۴۷ء میں لائڈن میں طبع کرا کر شائع کیا۔ گو کہ اس کے بعد قاہرہ میں بھی اس کی نقل کی گئی، وہاں کے مطالع نے بھی اسے شائع کیا، اور بازار میں وہ نسخے دستیاب ہو سکتے ہیں، مگر میں نے چند در چند وجوہ سے ڈاکٹر دوزی ہی کے نسخے کو ترجمہ کے لیے منتخب کیا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اپنے قابلِ دوست جناب پروفیسر کے، ایم میتر اصاحب ایم، اے۔ ایم، آر، اے، ایس (لاہور) کا کن الفاظ میں شکریہ ادا کروں، جنھوں نے اپنا نسخہ مجھے عنایت فرمایا۔ قریب دو سال کا زمانہ گزر چکا ہے کہ اس کتاب عزیز کا یہ نسخہ میرے پاس ہے، مگر انھوں نے اس تمام عرصے میں کبھی مجھ سے واپس نہیں طلب کیا۔ کاش کہ میں ان کی اس عنایت اور علم دوستی کا ناکافی شکریہ ہی ادا کر سکتا۔

مصنف کتاب، علامہ مراکشی، نے دورانِ کتاب میں مختلف مقامات پر، کہیں برسبیل تذکرہ عامہ اور کہیں تصدیق وقائع کی غرض سے،

☆..... قرآنی آیت ﴿إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾ کی طرف اشارہ ہے۔ کئی لوگ اس آیت مبارکہ کے تحت انسان کو خلیفۃ اللہ کہہ دیتے ہیں جو کہ درست معلوم نہیں ہوتا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ”پنا خلیفہ“ کی بجائے صرف ”خلیفہ“ فرمایا ہے، نیز کسی حدیث میں بھی نہیں آیا کہ انسان اللہ کا خلیفہ ہے۔ واللہ اعلم (ع۔ و)

اپنے متعلق کچھ ذکر کیا ہے۔ الموحدون کے اقامت جمعہ کے حالات کے باب کو ختم کرتے ہوئے شہر مراكش کے ذکر میں کہتے ہیں:

”یہی شہر، یعنی مراكش، میراجنم بھوم ہے، اور یہ پہلی سرزمین ہے جس کی زمین کو میری جلد نے چھوا۔ وہاں سنہ ۵۸۱ھ کی ساتویں ربیع الآخر کو ابویوسف یعقوب بن یوسف بن عبدالمومن بن علی کے زمانے میں میری پیدائش ہوئی۔ نو برس کی عمر میں میں وہاں سے شہر فاس کو چلا گیا، جہاں علوم قرآن و تجوید حاصل کرنے اور وہاں کے علوم قرآن و نحو کے بڑے بڑے علماء کی ایک جماعت سے روایت کرنے تک ٹھہرا رہا۔ پھر مراكش کو واپس آیا، اور (کچھ عرصہ) ان ہی دونوں شہروں میں ادھر سے ادھر آتا جاتا رہا، اور سنہ ۶۰۳ھ کے آغاز میں عبور دریا کر کے جزیرہ نمائے اندلس کو چلا گیا۔ وہاں میں نے ہر قسم کے فضلاء کی جماعت کو پایا۔“

مگر چون کہ ان کو اس ”جماعت فضلاء“ سے کچھ زیادہ فیض حاصل نہ ہوا، اس لیے اسی سلسلہ سخن میں کہتے ہیں کہ

”خدا کا شکر ہے کہ میں نے ان سے سوا اس کے کہ ان کی پیدائش اور وفات کی تاریخیں کیا تھیں اور وہ کن کن علوم کے علماء تھے، اور کوئی علم حاصل نہیں کیا۔ وہ اپنی فضیلت کو لیے ہوئے مجھ سے الگ تھلگ ہی رہے۔“

مزید برآں ان کے مختلف اشارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۵۹۵ھ میں وہ ابوبکر ابن زہر فلسفی سے ملے تھے، جو ان دنوں بہت معمر ہو چکے تھے، ان سے نہایت لطف و کرم سے پیش آئے، اور ان کو اپنے اور ابن عبدون کے اشعار بھی سنائے تھے۔ سنہ ۶۰۳ھ میں وہ مشہور آفاق فلسفی، ابن طفیل، کے بیٹے سے مراكش میں ملاقی ہوئے تھے اور ان سے ابن طفیل کے اشعار سنے تھے۔ اسی سال وہ اندلس جا کر وہاں کے متعدد علماء سے مختلف علوم و فنون کی تحصیل میں مشغول ہوئے تھے، مگر، جیسا کہ خود ان ہی کے متذکرہ بالا بیان سے معلوم ہوتا ہے، وہ ان حضرات سے کچھ زیادہ فائدہ نہ اٹھا سکے۔ پھر سنہ ۶۰۵ھ میں وہ اپنے ایک دوست ابن الفضل کی وساطت سے امیر المومنین ابو عبد اللہ محمد کے

بھائی ابراہیم سے متعارف ہوئے، اور ان کے دوستانہ تعلقات نے یہاں تک ترقی کی کہ وہ ابراہیم ان سے یہ کہا کرتے تھے کہ ”میں آپ کی ملاقات کا نہایت مشتاق رہتا ہوں، اور جب آپ نہیں ہوتے تو آپ کی صحبت کی آرزو کیا کرتا ہوں۔“

سنہ ۶۰۶ھ میں ہم انھیں اپنے استاد ابو جعفر احمد بن محمد بن یحییٰ حمیری (المتوفی سنہ ۶۰۱ھ) کے قدموں میں علوم شریفہ اخذ کرتے ہوئے، اور پھر سنہ ۶۱۰ھ میں مراكش میں امیر المومنین ابو یعقوب یوسف کی بیعت خلافت میں شریک پاتے ہیں، جن سے وہ سنہ ۶۱۱ھ میں ملاقی ہوئے۔ اسی سال وہ اندلس کو گئے، جہاں آئندہ سال، یعنی سنہ ۶۱۲ھ کے عین آخری دن وہ اشبیلیہ سے رخصت ہو کر مصر کی طرف راہی ہوئے۔ سنہ ۶۱۷ھ میں وہ مصر میں تھے، بلکہ سنہ ۶۱۸ھ اور سنہ ۶۱۹ھ بھی وہیں گزارے۔ سنہ ۶۲۰ھ کے ماہ رمضان میں انھوں نے مکہ معظمہ (زاد اللہ شرفا) کا سفر کیا۔ ان کی تحریر سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے المغرب اور اندلس کے مختلف بلاد و قریٰ میں بھی سیر و سیاحت کی تھی۔ جیسا کہ اس کتاب کے آخری فقرے سے واضح ہوتا ہے، انھوں نے اس کتاب کو سنہ ۶۲۱ھ میں ماہ جمادی الآخر کی ۲۳ یا ۲۴ تاریخ کو ختم کیا ہے۔ وہ متن کتاب میں بھی بار بار اس سنہ کا ذکر کرتے ہیں۔ مگر کہیں صریح طور پر یہ پتا نہیں لگتا کہ انھوں نے اس سنہ میں یہ کتاب کس مقام میں بیٹھ کر لکھی ہے۔ ڈاکٹر دوزی نہایت کاوش کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں، اور میں بھی نتیجہ یلغ کے بعد اسی خیال کا مؤید ہوا ہوں، کہ یہ کتاب ان کے قیام مصر کے دوران میں لکھی گئی ہے۔ اس سال کے بعد ان کے حیات و ممات کے متعلق کسی قسم کی اطلاع بہم نہیں پہنچتی۔ واللہ اعلم

متفرق مقامات کے اشارات شاہد ہیں کہ علامہ مراكشی نے یہ کتاب کسی وزیر کے ایماء سے تالیف کی تھی۔ مگر افسوس کہ یہ اشارات نہایت مبہم ہیں، اور طرح طرح کے شبائبات و شکوک کے محرک ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر دوزی نے جس نسخے سے اس کتاب کو نقل کیا ہے، اس کے سرورق پر کی ایک تحریر کے مطابق وہ یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ علامہ موصوف کے لفظ ”مولانا“ سے ان کے سرپرست الوزير صاحب عز الدین ابوالفتح عبد اللہ ابن القاضي الوزير صاحب شمس الدین ابو محمد ابن محمد ابن

الشریف الزہری مراد ہیں۔

مضمون کتاب کے باب میں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ علامہ مراکشی کا مقصد اصلی، جیسا کہ خود ان کے افتتاحی الفاظ سے معلوم ہوتا ہے، الموحدون کی تاریخ لکھنا تھا۔ سلسلہ واقعات اور اس کی وضاحت کے لیے انھوں نے اندلس کے حالات اور اس کی مختصر تاریخ سے شروع کیا ہے، اور الموحدون کے حالات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ گو کہ تاریخ اندلس کے بیان میں ان سے (اور یہ بھی بسا ممکن ہے کہ ان کی کتاب کے ناقل سے ایسا ہوا ہو) چند غلطیاں سرزد ہوئی ہیں؛ مثلاً انھوں نے

(۱)..... طلیطلہ کی فتح کو سنہ ۴۷۶ھ میں بیان کیا ہے، حالاں کہ وہ سنہ ۴۷۸ھ کا واقعہ ہے۔

(ب)..... حکومت المیریہ میں خیران کوز ہیر کا جانشین بتایا ہے، مگر اصلیت اس کے برعکس ہے۔

(ج)..... یوسف بن تاشفین مراطی کی وفات سنہ ۵۰۰ھ کی جگہ سنہ ۴۹۳ میں بیان کی ہے۔

اور گو کہ وہ عربی مؤرخین کی عادت کے موافق بعض جگہ غیر ضروری امور بھی بیان کر گئے ہیں، مگر کتاب کے اصلی مضمون یعنی الموحدون کی تاریخ نویسی میں ان کا قلم بہترین تعریف کا مستحق ہے۔ وہ اپنی مختصر گیری کی عادت کے ساتھ ساتھ، جمع و منع کی شان کو قائم رکھتے ہوئے، بار بار اپنے ماخذ اور ہم عصر اشخاص کا حوالہ دیتے جاتے ہیں۔ اور جب ہم ان اسماء میں یحییٰ کا نام پاتے ہیں، تو ہمارے شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ بلاشبہ الموحدون کی تاریخ کے متعلق ان کے بیانات نہایت صحیح و موقع اور قابل قدر ہیں۔ اس امر کا جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے کہ ڈاکٹر دوزی کے قول کے مطابق، کتاب کے شروع میں چند صفحات کے بعد تقریباً بیس صفحہ قلمی نسخے میں سے غائب تھے۔ خدا ہی کو علم ہے کہ ان میں کیا جواہر ریزے تھے کہ جن سے ہم محروم رہ گئے!

ترجمہ کتاب کے متعلق چند امور عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں:

①..... سب سے پہلا سوال شاید زبان کے متعلق ہوگا۔ شاید

مجھے یہ کہنے کی اجازت مل سکے گی کہ میں نے اپنے مقدور بھراپنی ”صوبہ اودہ“ کی پیدائش اور شہر میرٹھ کے توطن کا اگر پورا پورا نہیں تو کچھ نہ کچھ حق ادا کرنے کی کوشش ضرور کی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میری زبان میں کہاں تک دہلی اور لکھنؤ کے محاورات خاصہ کو دخل ہے۔ اس کی تعیین و تشخیص اور دایا نفرین کو قارئین ہی پر چھوڑتا ہوں۔ مگر اتنا عرض کیے بغیر بھی نہیں رہ سکتا کہ

(۱)..... کتب تاریخی میں زبان اور اس کے تعلقات کے تفصیلی کوائف کی تدقیق طلب کرنا ایک حد تک ظلم کے تحت میں آ سکتا ہے، اور (ب)..... جس زبان سے ترجمہ کیا گیا ہے، اگر اس کی ساخت اور طرز ادا و بیان کو ملحوظ رکھا جائے اور مترجم سے یہ امید کی جائے کہ وہ بہر صورت اصلی زبان کے مطلب کو مصنف کے خیالات کی قدر اور اس کی اقتداء کرتا ہوا بیان کرے گا، تو ممکن ہے کہ بعض بعض مقامات، جو بظاہر سقیم نظر آتے ہوں، قابل معافی قرار دیے جاسکیں۔

②..... قدیم عربی طرز تحریر کے مطابق علامہ مراکشی نے مختلف عناوین تو ضرور قائم کیے ہیں، مگر کتاب ازاول تا آخر ایک ہی پیرا گراف (فصل) پر منقسم ہے۔ ڈاکٹر دوزی نے تصحیح و اشاعت کرتے ہوئے اسے جا بجا فصول کی صورت میں ڈھال دیا ہے۔ مگر چون کہ اس بارے میں مجھے ان سے بھی اختلاف ہے، لہذا میں نے تمام کتاب کو اپنے خیال کے موافق فصول میں تقسیم کر دیا ہے اور عناوین کو اسی طرح قائم رکھا ہے۔ اس طرز عمل کو موجودہ زمانے میں ضروریات سے خیال کیا جاتا ہے، اس لیے نہ اس میں کلام کی گنجائش ہے نہ ضرورت۔

③..... بعض بعض جگہ مصنف نے مختلف اسماء و امور کا شمار کیا ہے، اور سیاق اسماء وغیرہ پر اکتفا کیا ہے۔ میں نے صرف اس قدر تصرف کیا ہے کہ ان کو (۱)، (۲)، (۳) وغیرہ اعداد کی قید سے درج کیا ہے، تاکہ قارئی کتاب کے لیے اور زیادہ وضاحت و صراحت کا سامان ہو جائے۔

④..... اسماء کے ذکر میں میں نے کنیت کو الف لام تعریف کے ساتھ لکھا ہے؛ مگر فارسی اور اردو قاعدے کے مطابق اسماء کے باقی حصوں میں صرف حسب ضرورت ہی اس نوع کے الف لام کو قائم رکھا

ہے، ورنہ گرا دیا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس صفات نسبتی کے شروع میں جو الف لام آتا ہے میں نے اسے بھی حذف کر دیا ہے۔

⑤..... میں نے عربی اشعار کا لاصل ہی نقل کر دیے ہیں، اور جہاں جہاں ضروری سمجھا ہے ان کا ترجمہ بھی حاشیہ میں دیا ہے، ورنہ صرف سیاق اشعار پر ہی اکتفا کیا ہے۔ ممکن ہے کہ بعض قارئین کو میرے اس انتخاب سے اختلاف ہو۔ میں ان سے بدادب معافی کا خواستگار ہوں۔

چوں کہ میں ہندی الاصل ہوں، اس لیے اشعار کے ترجمہ میں اسقام کا ہونا غیر ممکن یا غیر مترقبہ امر نہیں ہو سکتا۔ کیا میں یہ امید کر سکتا ہوں کہ جن حضرات کو ترجمہ کے باب میں مجھ سے اختلاف ہو وہ براہ نوازش مجھے اپنے اختلاف، وجہ اختلاف، اصلاح، اور وجہ اصلاح سے مطلع فرما کر سرفراز فرمائیں گے، تاکہ بصورت اتفاق آئندہ اشاعت میں اس کی تصحیح کر دی جائے۔

⑥..... ڈاکٹر دوزی نے قلمی نسخے میں جگہ جگہ اسماء الرجال اور اسماء الاماکن پر اعراب لگے ہوئے پائے تھے، اور انھوں نے تنقیح و تحقیق کے بعد یہ رائے قائم کی ہے کہ وہ اعراب نہایت صحیح ہیں۔ چنانچہ انھوں نے بالالتزام اپنے مصححہ نسخے میں ان اعراب کو اسی طرح نقل کر دیا ہے۔ میں بھی چاہتا تھا کہ یہی التزام کروں، اور اسی خیال سے میں نے نہ صرف ان تمام اسماء کو، بلکہ عربی اشعار میں بھی ضروری الفاظ کو بھی معرب کر دیا تھا۔ مگر بقول شاعر کہ

بہ ہر زمین کہ رسیدیم آسمان پیدا ست
میں کئی وجہ سے لٹھو پر لیس سے گھبرا کر ٹائپ کی طرف پناہ گیر ہوا تھا
اور امیدوار تھا کہ یہاں طباعت میں ہر طرح کی آسانی نصیب ہوگی، مگر
خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

میرے دوست جناب محمد عظیم الدین صاحب ہیڈ کمپوزٹر ڈیوٹی زن پریس، مدراس نے (جن کی عنایات کا میں نہایت ممنون ہوں) مجھے اس بناء پر ایسا کرنے سے روک دیا کہ بقول ان کے ”پریس میں اعراب تھوڑے ہیں، اس واسطے اعراب زیادہ نہ لگائے“ میں نے سر تسلیم خم کیا، اور سو اس کے اور کوئی چارہ نہ دیکھا کہ کتاب کے بعد انڈیکس سے پہلے ان تمام اسماء وغیرہ کو حروف تہجی کی ترتیب سے درج کر دیں، اور ان کا

منفصل اعراب بیان کر دوں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ہے۔ گو موجودہ صورت میں ان اسماء پر کہیں کہیں اعراب لگے ہوئے پائے جائیں گے، مگر وہ نہایت ناکافی ہیں، اور میں نے ایسا کرنا ضروری سمجھا۔

⑦..... میں نے کتاب کے آخر میں تین قسم کے انڈیکس بھی شامل کیے ہیں۔ ڈاکٹر دوزی نے بھی اپنے نسخے میں انڈیکس دیے ہیں، اور مجھے امید تھی کہ ان سے بہت کچھ مدد مل جائے گی۔ لیکن میرے اور ان کے انڈیکس کے مقابلے سے بہ آسانی معلوم ہوگا کہ مجھے اس کی ترتیب و تنظیم میں از سر نو محنت اٹھانی پڑی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ انڈیکس قارئین کے لیے کئی طرح کا رآمد ثابت ہوں گے۔

⑧..... اگرچہ مجھے زیادہ صرف زر کا متحمل ہونا پڑا ہے، مگر سہولت امر، طباعت کی سلاست اور روانی، احساس ضرورت، سہولت اشاعت ادبیات، اور کفایت وقت وغیرہ خیالات نے مجھے مجبور کیا کہ کتاب کو بجائے لٹھو کے ٹائپ ہی میں چھپواؤں۔ لہذا قدامت پسند بزرگوں سے معافی اور جدت پسند حضرات سے نظرِ کیمیا اثر کا عطف و بذل طلب کرتے ہوئے اس کتاب کو ٹائپ ہی میں چھپوا کر پیش کرتا ہوں۔

⑨..... جہاں تک مجھے علم ہے اردو زبان میں یہ پہلی کتاب ہے، جو الموحدون کی مستقل اور مستند تاریخ پیش کرتی ہے۔

میرے برادر عزیز پروفیسر معتمد ولی الرحمن صاحب ایم، اے اور میری اہلیہ صاحبہ نے مجھے اس کتاب کے پروف دیکھنے اور تصحیح کرنے میں جو نہایت قابل قدر اور گراں بہا مدد دی ہے اور میرے لیے یہ محنت طلب، بصارت آزما، اور دماغ سوز کام جس قدر آسان کر دیا ہے، مجھے اس کی پوری قدر ہے۔ میں نہایت صدق دل سے ان کی تکلیف و تصدیق کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

الحمد للہ کہ آج عین سات سو اٹھارہ سال کے بعد میں اس نفیس و انیق کتاب کا ترجمہ ختم کر کے تقریباً دو سال کی محنت کے بعد قلم کو سپرد قلم دان اور کتاب کو قدر دانان ادبیات اسلامیہ اور بہی خواہان اردو کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین، وصلی اللہ

علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

فہرست کتب

۲۹۷ء ۳۲۱۲ محمد آصف احسان عبدالباقی
ع ۲۵۷ احکام الصیام، ص: ۱۲۸، کشمیر بک ڈپو چنیوٹ بازار فیصل
آباد ۲۰۰۰ء

۲۹۷ء ۳۲۱۲ حافظ عمران ایوب لاہوری
ع ۹۴۲ روزوں کی کتاب، ص: ۲۲۹، فقہ الحدیث پبلی کیشنز لاہور
ستمبر ۲۰۰۴ء

۲۹۷ء ۳۲۱۲ حافظ سید عزیز الرحمن
ع ۲۲۲ رمضان المبارک فضائل و مسائل، ص: ۱۰۴، زوار اکیڈمی
پبلی کیشنز کراچی نومبر ۲۰۰۲ء

۲۹۷ء ۳۲۱۲ مولانا محمد منیر قمر
ق ۷۱ مختصر مسائل و احکام رمضان روزہ اور زکوٰۃ، ص: ۳۹، مکتبہ
کتاب وسنت سیالکوٹ ۲۰۰۲ء

۲۹۷ء ۳۲۱۲ مولانا محمد منیر قمر
ق ۷۱ رمضان المبارک روحانی تربیت کا مہینہ، ص: ۴۰، مکتبہ
کتاب وسنت سیالکوٹ ۲۰۰۱ء

۲۹۷ء ۳۲۱۲ محمد اقبال کیلانی
ک ۹۰۴ کتاب الصیام، ص: ۵۳، حدیث پبلی کیشنز لاہور، س، ن
۲۹۷ء ۳۲۱۲ محمد اقبال کیلانی
ک ۹۰۴ کتاب الصیام، ص: ۹۶، حدیث پبلی کیشنز لاہور
جنوری ۱۹۹۵ء

۲۹۷ء ۳۲۱۲ مولانا محمد امین اثری
م ۳۴ روزہ احکام و مسائل، ص: ۱۷۶، کلیۃ البنات للدراسات
الاسلامیہ ڈیرہ غازی خان۔ س، ن

۲۹۷ء ۳۲۱۲ مسعود احمد صاحب
م ۶۲ احکام رمضان، ص: ۴۸، ادارہ مطبوعات اسلامیہ کراچی۔
س، ن

۲۹۷ء ۳۲۱۲ مولوی محمد بن ابراہیم (مجموعہ ۲ کتب)
م ۲۸۱ خ خروج النساء الی العیدین، ص: ۲۴، مطبع مستنصر پریس
دہلی

۲۹۷ء ۳۲۱۲ قاری شریف احمد صاحب
ش ۲۹ ت تحفہ الصیام، ص: ۲۵۶، مکتبہ رشیدیہ جامع مسجد میکوڈ روڈ
کراچی دسمبر ۱۹۹۸ء

۲۹۷ء ۳۲۱۲ سید محمد حسن خان صاحب
ص ۵۳ تعلیم الصیام، ص: ۲۳، دارالدعوة السلفیہ، شیش محل روڈ
لاہور جولائی ۱۹۸۱ء

۲۹۷ء ۳۲۱۲ ابوانیس ابوبکر صدیق
ص ۵۱ ماہ رمضان المبارک، فضائل، مسائل، احکام، ص: ۲۴،
ابوانیس اسلامک ریسرچ سنٹر قصور نومبر ۲۰۰۲ء

۲۹۷ء ۳۲۱۲ محمد صدیق صاحب
ص ۸۹ رمضان المبارک کے مسائل و فضائل، ص: ۳۲، انجمن
اخوان اہل حدیث سرگودھا

۲۹۷ء ۳۲۱۲ محمد صادق سیالکوٹی
ص ۲۱ تجلیات رمضان، ص: ۲۰۰، مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجران
والا جنوری ۱۹۷۷ء

۲۹۷ء ۳۲۱۲ مولانا عبدالغفور اثری
ع ۴۵ ت تحفہ رمضان، ص: ۱۳۶، اہل حدیث یوتھ فورس سیالکوٹ
مئی ۱۹۹۳ء

۲۹۷ء ۳۲۱۲ ام عبدمنیب
ع ۵۳۶ سحری، افطاری اور افطاریاں، ص: ۴۰، مشربہ علم و حکمت
رمضان ۱۴۲۸ھ

۲۹۷ء ۳۲۱۲ حافظ عبدالغنی
ع ۴۶ ف فضائل و مسائل رمضان المبارک، ص: ۱۶، عبدالغنی آل
حسن خادم کلیۃ القرآن ڈیرہ غازی خان۔ س، ن

۲۔ رمضان شریف کے فضائل و مختصر مسائل، مولوی محمد یونس صاحب
۲۹۷ء ۳۲۱۲ حافظ صلاح الدین یوسف صاحب
ی ۷۷۷ رمضان المبارک فضائل فوائد و ثمرات، ص: ۸۰،
دارالسلام لاہور ۲۰۰۱ء

حج و عمرہ کی کتابیں

۲۹۷ء ۳۲۱۳
ر رہنمائے حجاج ضیوف الرحمن کی خدمت میں، ص: ۸۴،
وزارت اطلاعات و نشریات مملکت سعودی عرب
۲۹۷ء ۳۲۱۳ مولانا ابوالکلام آزاد (مجموعہ کتب)
ح ۳۶۲ حقیقۃ الحج، ص: ۷۶
۲۔ تفسیر آیت کریمہ، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، الہلال
بک ایجنسی لاہور ۱۹۵۵ء
۲۹۷ء ۳۲۱۳ قاضی اطہر مبارک پوری
ح ۵۲۱ حج کے بعد، ص: ۴۰، عارف پبلی کیشنز بمبئی۔ س، ن
۲۹۷ء ۳۲۱۳ شیخ احمد بن حجر، مترجم: مختار احمد دوی
ح ۱۲۴ احکام المناسک، ص: ۹۶، الدار السلفیہ مولانا آزاد روڈ
بمبئی
۲۹۷ء ۳۲۱۳ احمد رضا خان
ح ۲۸۱ انوار البشارۃ، ص: ۱۱۱، نوری کتب خانہ لاہور۔ س، ن
۲۹۷ء ۳۲۱۳ محمد شریف اشرف
ح ۴۵۸ حج البیت، ص: ۱۶۰، جمعیت اہل حدیث فیصل آباد۔
س، ن
۲۹۷ء ۳۲۱۳ اشفاق حسین قریشی
ح ۴۶۱ تحفہ حج و عمرہ، ص: ۱۰۴، جاوید قاسمی قریشی فرینڈز سٹیشنری
مارٹ سرکلر روڈ لاہور ۱۴۰۴ھ
۲۹۷ء ۳۲۱۳ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ
ح ۱۲۳۳ مناسک حج، ص: ۲۵۶، الہلال بک ایجنسی شیرانوالہ

دروازہ لاہور ۱۹۵۶ء
۲۹۷ء ۳۲۱۳ حافظ محمد الیاس اثری
ح ۱۹۹ ایام قربانی کی تحقیق، ص: ۴۰، خدام الحمدین قبرستان روڈ
گوجراں والا
۲۹۷ء ۳۲۱۳ محمد اعظم
ح ۵۴ مسائل قربانی، ص: ۴۸، مدرسہ تعلیم القرآن گوردانک
پورہ گوجراں والا
۲۹۷ء ۳۲۱۳ محمد اعظم
ح ۵۴ حج مسنون کتاب و سنت کی روشنی میں، ص: ۶۴، مدرسہ
تعلیم القرآن فاروق گنج گوجراں والا
۲۹۷ء ۳۲۱۳ محمد ناصر الدین البانی، مترجم: محمد صادق خلیل
ح ۶۳۴ حج نبوی، ص: ۱۷۶، ضیاء السنۃ ادارہ الترجمۃ والتالیف فیصل
آباد ۱۴۰۹ھ
۲۹۷ء ۳۲۱۳ اسماعیل غزنوی
ح ۴۲ دربار خداوندی میں حاضری کے ضروری آداب، ص: ۱۶
۲۹۷ء ۳۲۱۳
ح ۱۷۱ تحفہ حجاج، ص: ۱۶، شعبہ تبلیغ انجمن اہل حدیث لاہور چھاؤنی
۲۹۷ء ۳۲۱۳ ڈاکٹر اسرار احمد
ح ۳۸۷ عید الاضحیٰ اور فلسفہ قربانی، ص: ۴۸، انجمن خدام القرآن
لاہور
۲۹۷ء ۳۲۱۳ محمد بن اسماعیل البخاری، مترجم مولانا محمد داؤد راز
ب ۳۰ کتاب الاضاحی قربانی کے مسائل و احکام، ص: ۶۴، مکتبہ
السنۃ الدار السلفیہ کراچی ۲۰۰۳ء
۲۹۷ء ۳۲۱۳ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ
ب ۱۸۲ حج و عمرہ اور زیارت، ص: ۱۲۵، دارالداعی للنشر والتوزیع
مرکز علامہ عبدالعزیز بن باز للدراسات الاسلامیہ ہند ۱۹۹۹ء
۲۹۷ء ۳۲۱۳ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ، مترجم: محمود احمد غضنفر
ب ۱۸۲ حج و عمرہ قرآن و سنت کے آئینے میں، ص: ۱۹۲، مکتب
الدعوۃ الاسلامیہ لاہور

۳۲۱۳ء ۲۹۷ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز رحمہ اللہ

ب ۱۸۲ ح حج بیت اللہ اور عمرہ کے متعلق چند اہم فتاویٰ، ص: ۷۱،
ادارہ بحوث علمیہ و افتاء و دعوت و ارشاد، ریاض مملکت سعودی
عرب

۳۲۱۳ء ۲۹۷ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز رحمہ اللہ، مترجم: مولانا سیف
الرحمن

ب ۱۸۲ ار راہنمائے حجاج، ص: ۸۸، مرکز دعوت اسلامیہ اہل
حدیث اوکاڑا پاکستان

۳۲۱۳ء ۲۹۷ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز رحمہ اللہ، مترجم: محمد منیر قمر
ب ۱۸۲ از زیارت مدینہ منورہ احکام و آداب، ص: ۳۱، مکتبہ کتاب
وسنت سیالکوٹ ۲۰۰۲ء

شیخ الحدیث مولانا افتخار احمد سلفی کی والدہ وفات پاگئیں

جامعہ بحر العلوم السلفیہ میرپور خاص سندھ کے شیخ الحدیث مولانا
افتخار احمد السلفی الازہری کی والدہ کرمہ ۶ جنوری ۲۰۰۹ء بروز منگل
وفات پاگئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ کی عمر ۸۰ برس تھی۔ کافی عرصے سے علیل چلی آرہی تھیں۔
احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ادارہ الاعتصام مولانا افتخار احمد سلفی کی والدہ کے لیے دعائے مغفرت
اور پس ماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کرتا ہے۔ [محمد سلیم چنیوٹی]

خطیب کے ضرورت مند

جامعہ محمدیہ، گوجراں والا سے فارغ التحصیل عالم دین کو کسی اہل
حدیث مسجد میں خطابت کے لیے جگہ درکار ہے۔ اردو اور پنجابی زبان میں
خطبہ دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ [رابطہ: 8239399-0333]

علوم عربیہ کی عظیم دینی درس گاہ

دارالحدیث اوکاڑا

میں سال 2009ء کی تعلیم شروع ہے

مڈل، میٹرک پاس طلبہ کے لیے داخلہ کاسنہری موقع 6 سالہ نصاب بمطابق نصاب وفاق المدارس السلفیہ
علوم عصری، کمپیوٹر کی تعلیم کا بہترین بند دوست بخاری پڑھنے والے طلبہ کو دیگر سہولتوں کے ساتھ ماہانہ نقد وظیفہ
اعلیٰ رہائش، خوراک، کتب، علاج معالجہ وغیرہ کی فری سہولت موجود ہے۔ والدین اپنے بچوں کو قرآن حفظ
کروانے اور دینی و دنیوی تعلیم کے لیے جلد ادارہ میں داخل کروائیں۔ والد یا سرپرست کا ساتھ آنا لازمی ہے۔

الداعی الی الخیر

عبد اللہ یوسف، ناظم دارالحدیث ساہیوال روڈ، اوکاڑا

فون: 044-2521460 / 0302-4403173

کلام اللہ کے فضائل و محامد علامہ اقبالؒ کی نظر میں

(۳)

| | |
|---|---|
| اوج می گیرد ازو نا ارجمند | بندہ را از سجدہ سازد سر بلند |
| بد نصیب لوگ اس سے خوش نصیب ہو جاتے ہیں | اور وہ انسان کو سجدے سے سر بلند کر دیتا ہے |
| رہزناں از حفظ او رہبر شدند | از کتابے صاحب دفتر شدند |
| رہزن (ڈاکو) اس کے حفظ سے راہبر ہو گئے | اور ایک کتاب کی برکت سے مستند عالم بن گئے |
| دشت پیمایاں زتاب یک چراغ | صد تحفگی از علوم اندر دماغ |
| صحرا کا سفر کرنے والے لوگ ایک چراغ کی روشنی سے | علوم کی سینکڑوں تجلیات اپنے دماغ میں سمیٹ بیٹھے |
| آنکہ دوش کوہ بارش بر نتافت | سطوت او زہرہ گردوں شکافت |
| وہ قرآن جس کا بوجھ پہاڑوں کے کاندھے بھی نہ اٹھا سکے | اور جس کی ہیبت سے آسمان کا پتہ بھی پھٹ گیا |
| بنگر آں سرمایہ آمال ما ، | گنجد اندر سینہ اطفال ما |
| ہماری آرزوؤں کا وہی بہترین سرمایہ (قرآن) | ہمارے بچوں کے سینے میں سما جاتا رہے |
| آں جگر ناب بیابان کم آب | چشم او احمر ز سوز آفتاب |
| وہ دشت کم آب کا پیاسا مسافر | جس کی آنکھیں سورج کی گرمی سے سرخ رہتی ہیں |